دخترانِ اسلام

ماہنامہ — لاہور

مارچ 2023ء

حقیقتِ توبہ

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کا خصوصی خطاب

شب برأت
شبِ عظمتِ الٰہی

International Women's Day
عورت کے بغیر معاشرتی امن و استحکام ناممکن ہے

23 مارچ
قائداعظمؒ نے نسلِ نو کو مستقبل کا معمار کہا

استقبالِ رمضان المبارک
اور رغبتِ تلاوتِ قرآن

منہاج القرآن ویمن لیگ کے زیر اہتمام ”سفرِ تجدید“ تصویری گیلری کی افتتاحی تقریب

محترم ڈاکٹر غزالہ حسن قادری (ممبر سپریم کونسل MQI) ناروے میں قائد ڈے کے موقع پر کیک کاٹتے ہوئے

خصوصی ایڈیشن ماہنامہ ”دختران اسلام“ میں نئے ڈیزائن متعارف کروانے پر محترمہ فضہ حسین قادری کی مبارکباد

دعائیہ تقریب بسلسلہ قائد ڈے 2023ء میں منہاج القرآن ویمن لیگ کے ڈیپارٹمنٹ ایگرز کے بچے ٹیبلو پیش کرتے ہوئے

خواتین میں بیداریٔ شعور و آگہی کیلئے کوشاں

ماہنامہ

دختران اسلام

لاہور

جلد: 30 شمارہ: 3 / شعبان المعظم ۱۴۴۴ھ / مارچ 2023ء

زیرِ سرپرستی

بیگم رفعت جبین قادری

چیف ایڈیٹر

قرۃ العین فاطمہ

ایڈیٹر ثناء وحید

ڈپٹی ایڈیٹر نازیہ عبدالستار

مجلس مشاورت

نوراللہ صدیقی، ڈاکٹر فوزیہ سلطانہ، ڈاکٹر نبیلہ اسحاق
ڈاکٹر شاہدہ مغل، ڈاکٹر فرخ سہیل، ڈاکٹر سعدیہ نصراللہ
مسز فریدہ سجاد، مسز فرح ناز، مسز حلیمہ سعدیہ
مسز راضیہ نوید، سدرہ کرامت، مسز رافعہ علی
ڈاکٹر زیب النساء سرویا، ڈاکٹر نورین روبی

رائٹرز فورم

آسیہ سیف، سعدیہ کریم، جویریہ سحرش
جویریہ وحید، ماریہ عروج، سُمیّہ اسلام

کمپیوٹر آپریٹر: محمد اشفاق انجم
گرافکس: عبدالسلام ـــــ فوٹوگرافی: قاضی محمود الاسلام

فہرس

اداریہ (حقوقِ نسواں کا عالمی دن)		4
فکرِ شیخ الاسلام: حقیقتِ توبہ: ندامت کے ساتھ کی گئی توبہ رائیگاں نہیں جاتی	مرتبہ: نازیہ عبدالستار	5
شبِ عظمتِ الٰہی	محمد شفقت اللہ قادری	10
عالمی یومِ خواتین اور مسلم خاتون کے حقوق و فرائض	ڈاکٹر زیب النساء سرویا	15
شبِ برأت: دوزخ سے نجات کی رات	سعدیہ کریم	20
منقبت: یومِ ولادت امام حسینؑ	عزیز الدین خاکی	24
پانی زندگی اور نعمتِ خداوندی ہے	سمیہ اسلام	25
عورت ناگزیر معاشرتی اکائی	مناہل عروج	29
قائداعظمؒ نے نسلِ نو کو مستقبل کا معمار کہا	ڈاکٹر انیلہ مبشر	31
نزولِ قرآن کا بابرکت مہینہ	مرتبہ: حافظہ سحر عنبرین	35
فقہی مسائل	خصوصی رپورٹ	41
گلدستہ: کھجور توانائی اور شکر کی کمی کو پورا کرنے کا بہترین ذریعہ	مرتبہ: حافظہ سحر عنبرین	43
Multi-Dimensional Role of Women in Society	(Hadia Saqib)	48

مجلّہ دختران اسلام میں آنے والے جملہ پرائیویٹ اشتہار خلوص نیت سے شائع کئے جاتے ہیں، ادارہ کی کسی کاروبار میں شراکت ہے اور نہ ہی ادارہ فریقین کے درمیان کسی بھی قسم کے لین دین کا ذمہ دار ہوگا۔

بدلِ اشتراک: آسٹریلیا، کینیڈا، مشرقِ بعید، امریکہ: 15 ڈالر — مشرقِ وسطیٰ، جنوب مشرقی ایشیا، یورپ، افریقہ: 12 ڈالر

قیمت فی شمارہ -/60 روپے

سالانہ خریداری -/700 روپے

رابطہ: ماہنامہ دخترانِ اسلام 365 ایم ماڈل ٹاؤن لاہور فون نمبر: 3-042-5169111 فیکس نمبر: 042-35168184

Visit us on: www.minhaj.info E-mail:sisters@minhaj.org

فرمان الٰہی

یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِیْرًا وَّنِسَآءً ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِیْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَیْكُمْ رَقِیْبًا. وَ اٰتُوا الْیَتٰمٰۤی اَمْوَالَهُمْ وَلَا تَتَبَدَّلُوا الْخَبِیْثَ بِالطَّیِّبِ وَلَا تَاْكُلُوْۤا اَمْوَالَهُمْ اِلٰۤی اَمْوَالِكُمْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ حُوْبًا كَبِیْرًا. وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِی الْیَتٰمٰی فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰی وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ ۚ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً اَوْ مَا مَلَكَتْ اَیْمَانُكُمْ ؕ ذٰلِكَ اَدْنٰۤی اَلَّا تَعُوْلُوْا. (النساء، ۴: ۱ تا ۳)

’’اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تمہاری پیدائش (کی ابتداء) ایک جان سے کی پھر اسی سے اس کا جوڑ پیدا فرمایا پھر ان دونوں میں سے بکثرت مردوں اور عورتوں (کی تخلیق) کو پھیلا دیا، اور ڈرو اس اللہ سے جس کے واسطے سے تم ایک دوسرے سے سوال کرتے ہو اور قرابتوں (میں بھی تقویٰ اختیار کرو)، بے شک اللہ تم پر نگہبان ہے۔ اور یتیموں کو ان کے مال دے دو اور بُری چیز کو عمدہ چیز سے نہ بدلا کرو اور نہ ان کے مال اپنے مالوں میں ملا کر کھایا کرو، یقیناً یہ بہت بڑا گناہ ہے۔ اور اگر تمہیں اندیشہ ہو کہ تم یتیم لڑکیوں کے بارے میں انصاف نہ کر سکو گے تو ان عورتوں سے نکاح کرو جو تمہارے لیے پسندیدہ اور حلال ہوں، دو دو اور تین تین اور چار چار (مگر یہ اجازت بشرطِ عدل ہے) پھر اگر تمہیں اندیشہ ہو کہ تم (زائد بیویوں میں) عدل نہیں کر سکو گے تو صرف ایک ہی عورت سے (نکاح کرو) یا وہ کنیزیں جو (شرعاً) تمہاری ملکیت میں آئی ہوں، یہ بات اس سے قریب تر ہے کہ تم سے ظلم نہ ہو‘‘

فرمان نبوی ﷺ

عَنْ عَمْرِو بْنِ الْجَمُوْحِ رضی الله عنه قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: لَا يُحِقُّ الْعَبْدُ حَقِيقَةَ الإِيْمَانِ حَتّٰى يَغْضَبَ لِلّٰهِ وَيَرْضٰى لِلّٰهِ، فَإِذَا فَعَلَ ذٰلِكَ اسْتَحَقَّ حَقِيْقَةَ الإِيْمَانِ، وَإِنَّ أَحِبَّائِي وَأَوْلِيَائِي الَّذِيْنَ يُذْكَرُوْنَ بِذِكْرِي وَأُذْكَرُ بِذِكْرِهِمْ. رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالطَّبَرَانِيُّ وَاللَّفْظُ لَهُ.

’’حضرت عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: بندہ اس وقت تک ایمان کی حقیقت کو نہیں پا سکتا جب تک کہ وہ اللہ تعالیٰ کے لئے ہی (کسی سے) ناراض اور اللہ تعالیٰ کے لئے ہی (کسی سے) راضی نہ ہو (یعنی اس کی رضا کا مرکز و محور فقط خوشنودی ذاتِ الٰہی ہو جائے) اور جب اس نے یہ کام کر لیا تو اس نے ایمان کی حقیقت کو پالیا، اور بے شک میرے احباب اور اولیاء وہ لوگ ہیں کہ میرا ذکر کرنے سے وہ یاد آ جاتے ہیں اور ان کا ذکر کرنے سے میں یاد آ جاتا ہوں۔ (میرے ذکر سے ان کی یاد آ جاتی ہے اور ان کے ذکر سے میری یاد آ جاتی ہے یعنی میرا ذکر ان کا ذکر ہے اور ان کا ذکر میرا ذکر ہے)۔‘‘

(المنهاج السوی من الحدیث النبوی ﷺ، ص ۱۰۰)

خواب

اِک زندہ حقیقت میرے سینے میں ہے مستور
کیا سمجھے گا وہ جس کی رگوں میں ہے لہو سرد
نے پردہ، نہ تعلیم، نئی ہو کہ پرانی
نِسوانیتِ زن کا نگہبان ہے فقط مرد
(ضربِ کلیم، ص:۹۶۶)

تعبیر

ہم جتنی زیادہ تکلیفیں سہنا اور قربانیاں دینا سیکھیں گے، اتنی ہی زیادہ پاکیزہ، خالص اور مضبوط قوم کی حیثیت سے ابھریں گے جیسے سونا آگ میں تپ کر کندن بن جاتا ہے۔

(پیغام عیدالاضحیٰ، 24 اکتوبر 1947ء)

تکمیل

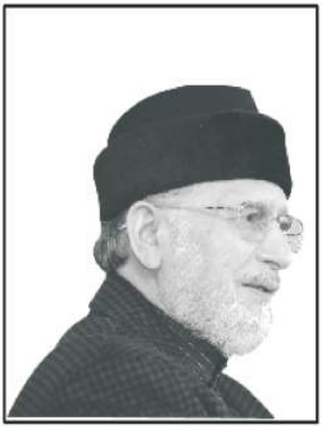

اے دخترانِ اسلام! آج اسلام کی بیٹیوں کو قرونِ اولیٰ کے کمال کی طرف لوٹ آنے کی ضرورت ہے۔ آج سیدہ فاطمۃ الزہراءؑ کے کردار کو زندہ کرنے کی ضرورت ہے۔ آج سیدہ عائشہ صدیقہؓ اور سیدہ خدیجۃ الکبریٰؓ کے کردار کو اپنانے کی ضرورت ہے۔ اسلام کی بیٹیاں اگر اس عظیم کردار کو حرزِ جاں بنالیں تو دنیا کی کوئی طاقت امت مسلمہ کی نشاطِ ثانیہ کو روک نہیں سکتی۔

(قول شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری، مجلّہ منہاج القرآن آرٹیکل کلمات حکمت)

اداریہ

حقوق نسواں کا عالمی دن

ہر سال 8 مارچ کو حقوق نسواں کے عالمی دن کے طور پر منایا جاتا ہے۔ سرکاری و غیر سرکاری تنظیمیں، تحریکیں، جماعتیں خواتین کے حقوق کے تحفظ اور اس ضمن میں عوامی شعور بیدار کرنے کے لئے ریلیاں نکالتے، سیمینارز اور کانفرنسز منعقد کرتے ہیں۔ کچھ تحریکیں یا این جی اوز خواتین کو ایک انتہائی مظلوم اور بے بس مخلوق کے طور پر پیش کرتے ہیں۔ ان این جی اوز کے بارے میں مزید بات کرنے سے بہتر ہو گا کہ خواتین کے حقوق و فرائض کے متعلق آئین پاکستان اور اسلامی تعلیمات اور سوسائٹی کے رویوں پر روشنی ڈالی جائے۔ اس امر میں کوئی شبہ نہیں کہ آئین پاکستان میں خواتین کو عام شہری سے زیادہ حقوق اور تحفظ دینے کی بات کی ہے مگر جس طرح انسانی حقوق کے باب میں تحفظ کی گارنٹیاں دی گئی ہیں اور ان پر عملدرآمد نہیں ہوتا۔ مثال کے طور پر آئین فوری انصاف کی فراہمی کی بات کرتا ہے مگر فوری انصاف دستیاب نہیں ہے۔ آئین آزادی اظہار کا تحفظ کرتا ہے مگر زمین پر آئین کی روح کے مطابق یہ تحفظ نظر نہیں آتا۔ آئین 6 سے 16 سال کی عمر کے ہر بچے کو لازمی فراہم کرنے کی بات کرتا ہے مگر زمین پر ایسا کچھ نظر نہیں آتا۔ آج بھی اڑھائی سے 3 کروڑ بچے سکولوں سے باہر ہیں اور جبری یا رضا کارانہ مشقت کا شکار ہیں۔ اسی طرح آئین بلدیاتی انتخابات کی بات کرتا ہے مگر پچھلے 40 سال کا تجربہ بتاتا ہے کہ حکومتیں بلدیاتی انتخابات کے انعقاد سے راہ فرار کے راستے تلاش کرتی ہیں۔ آئین کا آرٹیکل 38 ہر قسم کے استحصال کے خاتمے کی بات کرتا ہے مگر عام آدمی کو خالص دودھ، خالص ادویات یہاں تک کہ خالص پانی کے نام پر لوٹا جاتا ہے اور ببانگ دہل عام آدمی کا مالی استحصال کیا جاتا ہے۔ اسی طرح آئین فرد کی سلامتی، فیئر ٹرائل، جبری مشقت کے خاتمے کی بات کرتا ہے مگر یہ آلائشیں پوری طاقت اور حقیقت کے ساتھ ہمارے دائیں بائیں موجود ہیں۔ آئین کا آرٹیکل 63 قومی زندگی میں عورتوں کی مکمل شمولیت کی بات کرتا ہے مگر ہمیں اس پر عملدرآمد ہوتا ہوا نظر نہیں آتا۔ عملدرآمد نہ ہونے کا معاملہ صرف عورتوں تک محدود نہیں ہے مرد، بچے، بوڑھے بھی اس کی زد میں آتے ہیں تو اس لئے صرف خواتین کے بارے میں مہم چلانا کہ اس کا بطور خاص استحصال کیا جاتا ہے حقائق پر مبنی نہیں ہے۔ صنف نازک ہونے کی حیثیت سے اور مالی خود مختاری کے معاملے میں مردوں سے کم درجہ پر ہونے کی وجہ سے عورت کو امتیازی رویوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے لیکن ایسا ہرگز نہیں ہے کہ آئین، قانون کی نظر میں خواتین کمتر ہیں۔ ہم ہر سال اس بات پر زور دیتے ہیں کہ رویوں کو تبدیل کرنے کی ضرورت ہے۔ رویے تعلیم اور تربیت کو فروغ دینے سے تبدیل ہوں گے، عوامی سطح پر تعزیری لب و لہجہ اختیار کرنے سے کچھ تبدیل نہیں ہو گا۔ اس سے انتشار اور خلفشار بڑھے گی۔ عورت کے نام پر اپنے احتجاج اور ریلیوں کو سجانا بھی ایک طرح کا عورت کا جذباتی استحصال ہے کیونکہ ایسی ریلیوں سے خواتین کی حالت زار تبدیل ہوتی ہوئی نظر نہیں آئی۔ زیر نظر تحریر کے ذریعے ہم عوامی سطح پر خواتین کے حقوق کی آواز بلند کرنے والی خواتین اور تحریکوں سے کہتے ہیں کہ وہ آئین اور قانون میں عورت کو دیئے گئے حقوق پر عملدرآمد کے حوالے سے شعور کو اجاگر کریں اور اسلام نے خواتین کو جو عزت و تکریم اور حقوق دیئے ہیں اس کو دنیا کے سامنے رول ماڈل کے طور پر پیش کیا جائے۔ اسلام وہ واحد الہامی ضابطہ حیات ہے جس نے ویمن امپاورمنٹ کے لئے خواتین کو وراثت میں حصہ دار بنایا۔ دنیا کا کوئی آئین، کوئی ضابطہ حیات کوئی مذہب ایسا نہیں ہے جس نے ویمن امپاورمنٹ کے لئے عملی اقدامات اٹھائے ہوں۔ زمانہ جاہلیت میں عورت کو کسی چیز کی مالک بننے کا حق حاصل نہیں تھا، عورتوں کے لئے کوئی وراثت نہیں تھی، عورت کو خرید و فروخت کی چیز سمجھا جاتا تھا، اسلام نے ان جاہلانہ رسومات اور عورت کے استحصال کا خاتمہ کیا۔ سورہ النساء میں عورت کے معاشی حقوق کو تحفظ دیتے ہوئے اللہ رب العزت نے فرمایا ”اے ایمان والو! تم کو یہ بات حلال نہیں کہ عورتوں کے (مال یا جان کے) جبراً مالک ہو جاؤ“ ویمن امپاورمنٹ اور عزت و تکریم کا یہ اعلان کسی انسان کی طرف سے نہیں مالک کائنات کی طرف سے ہے۔ (ایڈیٹر: دختران اسلام)

حقیقتِ توبہ

ندامت کے ساتھ کی گئی توبہ رائیگاں نہیں جاتی

قرآن نے توبہ نہ کرنے والوں کو ظالم قرار دیا

مرتبہ: نازیہ عبدالستار

توبہ روح کو اور دل کو اللہ کی طرف راغب اور متوجہ کرنے کا نام ہے۔ تو اُس سے یہ پتا چلتا ہے کہ توبہ اسلام نے ندامت کو قرار دیا ہے ۔ بندہ شرمندہ ہو اپنی غلطیوں پر خطاکاریوں پر اور برے کیے پر نادم اور شرمندہ ہو جائے۔ تو اس کا نادم ہونا ہی توبہ ہے۔ اور اللہ پاک کا کتنا کرم ہے اپنے بندوں پر کہ وہ گناہ کو ظلم کہتا ہے لیکن محض گنہگار کو ظالم نہیں کہتا۔ اس لیے کہ گناہ گار تائب ہو سکتا ہے۔ گناہ گار کو وہ گناہ گار اس وقت کہتے ہے کہ جب وہ توبہ سے انکار کر دیتا ہے۔

گناہ گار ظالم نہیں اس لیے کہ اللہ پاک نے فرمایا حدیث قدسی میں ہے کہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام فرماتے ہیں کہ اللہ پاک نے فرمایا اگر ساری کی ساری زمین پر رہنے والے بندے نیک ہو جائیں اور ان میں کوئی بھی گناہ کرنے والا باقی نہ رہے اور سب سجدہ گزار ہو جائیں اور عبادت گزار ہو جائیں اور زمین کے اطراف واکناف اور کسی بھی گوشے میں کوئی شخص ایسا نہ رہے جو گناہ کر رہا ہو تو میں ساری کی ساری مخلوق کو ختم کر دوں۔ اور اس کی جگہ ایک ایسی مخلوق کو لے آؤں گا جو گناہ کرے اور پھر نادم ہو کر مجھ سے معافی مانگ لے جو گناہ کرے اور پھر شرمندہ ہو کر مجھ سے معافی مانگے۔ اس لیے کہ اُس عزت والے رب کی عزت کی قسم اُس کی رحمت اور بخشش کو اتنا مزہ عبادت گزاروں کی عبادت پر نہیں آتا جتنا مزہ گناہ گاروں کی توبہ پر آتا ہے۔

اس لیے کہ عبادت گزار جب عبادت کرتے ہیں تو اُس عبادت کے نتیجے میں شیطان اگر اپنا حملہ کر لے تو اس عبادت کے نتیجے میں اُس کے اندر کبر پیدا ہو سکتا ہے۔ لیکن گناہ پر ندامت کے ساتھ توبہ کی جائے تو توبہ کے رائیگاں جانے کا کوئی امکان نہیں۔ اس لیے کہ عبادت گزار تو عبادت پر گھمنڈ کرے گا۔ گناہ گار کس پر گھمنڈ کرے گا۔

جو شرمسار ہے گناہ پر جو نادم ہے گناہ پر اُس کے پاس تو سوائے عاجزی کے تواضع کے سوائے رونے کے کوئی شے نہیں۔ باری تعالیٰ میں نے گناہ کیا تو مجھے معاف کر دے۔

بصورت دیگر سارے اگر نیکیاں کرنے والے ہوں تو پھر ہر کوئی اُس سے اجر مانگے گا۔ گناہوں کی معافی کون مانگے گا۔ وہ تو معاف بھی کرنا چاہتا ہے وہ غفور رحیم بھی ہے۔ رحم تو کرتا ہے لیکن جو رحم مغفرت کی صورت میں ہے اس کی شان ہی کچھ اور ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ کو یہ پسند ہے کہ گناہ کو ظلم کہا جائے لیکن گناہ گار کو ظالم نہیں۔ قرآن گواہ ہے۔ قرآن مجید میں فرمایا کہ اس لئے ظالم نہیں کہتا کہ گناہ گار کے تائب ہوئے کا امکان موجود ہے۔

اور اس کو ظالم کیوں کہا جائے کہ جس نے اگر ایک لمحے میں ندامت کے ساتھ آنسو گرا کے معافی مانگ لی تو وہ اتنا پاک ہو گیا جس طرح ماں کے پیٹ سے اب پید ہوا۔ التَّائبُ مِنَ الذَّنبِ کملا ذنبلہ۔ گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہے۔ جس طرح اس نے گناہ کیا ہی نہیں۔ تو جو ماں کے پیٹ سے پیدا ہونے والے بچے کی طرح گناہوں سے پاک ہو سکتا ہے اُسے رب کی رحمت ظالم نہیں کہتی۔ لیکن گناہ کو ظلم کہتی ہے۔ ارشاد فرمایا گیا۔

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ (النساء، 4: 64)

"اور (اے حبیب!) اگر وہ لوگ جب اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھے تھے آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاتے "

میرے محبوب، اگر لوگ اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھیں تو تیری بارگاہ میں آجائیں۔ حتیٰ کہ شرک کو بھی ظلم کہا۔ شرک بہت بڑا ظلم ہے۔ ہر گناہ کو ظلم کہا اور شرک کو بھی ظلم عظیم کہا اور گناہ کرنے والوں کو یہ بھی کہا:

قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ (الزمر، 39: 53)

"آپ فرما دیجئے: اے میرے وہ بندو جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کر لی ہے! تم اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہونا،"

میرے محبوب تو ان سے فرما دے کہ میرے بندو کہ میرے وہ بندو جو اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھے ہو تو گناہ کرنے کو کیا کہا الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ جو جانوں پر ظلم کر بیٹھیں زیادتی کر بیٹھیں۔ لیکن ظالم پھر بھی نہیں چونکہ لا تقنطوا من رحمت اللہ تمہیں یہ مژدہ جاں فزا سنایا ہے کہ ظلم کر کے بھی اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہونا۔

اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا (الزمر، 39: 53)

"بے شک اللہ سارے گناہ معاف فرما دیتا ہے، "

اللہ تعالیٰ تو وہ ہے جو سارے کے سارے گناہ معاف کر دینے والا ہے۔ اس کی بارگاہ میں وہ گناہوں کے معاف کرنے پر آجائے تو کوئی کمی نہیں۔ وہ تو اتنا رحیم و کریم ہے وہ سارے گناہ معاف فرمانے والا ہے۔ جب وہ سارے گناہ معاف کرتا ہے تو اُس کی رحمت سے مایوس کیوں ہو۔ گناہ کو جانوں پر ظلم قرار دیا۔ لیکن رحمت سے مایوس نہ کیا۔ جن کو اللہ ظالم قرار دے دے اُن کے بارے میں حکم ہے کہ اللہ ان کو ہدایت نہیں کر دیتا

اَللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ (آل عمران، 3: 86)

"اور اللہ ظالم قوم کو ہدایت نہیں فرماتا"

یعنی ظالموں کو رحمت سے دور کر دیا۔ جو ظالم ہو گئے ان کا اللہ کی رحمت میں کوئی حصہ نہیں۔ ظالموں کے لیے ہدایت میں کوئی حصّہ نہیں۔ تو ظالموں کو دور کیا جا رہا ہے۔ جو ظالم ہیں۔ وہ ہدایت سے محروم ہیں۔ ہدایت اللہ کی رحمت ہے۔ جو ہدایت سے محروم ہوئے اس کا مطلب ہے کہ جو ظالم ہیں وہ رحمت سے محروم ہیں۔ اور ادھر گنہگار کو کہا کہ تو نے ظلم تو کیا لیکن تجھے میں ظالم نہیں کہتا کہ رحمت تیرے پھر بھی قریب ہے۔ اور گنہگار ظالم کب بنتا ہے۔ محض گنہگار ہو کر ظالم نہیں بنتا۔ چونکہ رحمت کی خوشخبری قائم ہے۔ وہ ظالم اُس وقت بنتا ہے جب قرآن نے کہا۔

وَمَنْ لَّمْ يَتُبْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ (الحجرات، 49: 11)

" اور جس نے توبہ نہیں کی سو وہی لوگ ظالم ہیں۔"

جو گناہ کرتا ہے اور رب کی رحمت دیکھتی رہتی ہے کہ اب نادم ہو جائے گا۔ اب معافی مانگ لے گا۔ رب کی رحمت دیکھتی رہتی ہے۔ یہاں تک کہ توبہ کا زمانہ گزر جاتا ہے۔ وَمَنْ لَّمْ يَتُبْ اور گناہ کرتا چلا جاتا ہے ظلم کرتا چلا جاتا ہے اور توبہ کا زمانہ گزر جاتا ہے۔ اور توبہ نہیں کرتا۔ مَنْ لَّمْ يَتُبْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ۔ ظالم وہ ہے جو توبہ نہیں کرتا۔

تو قرآن مجید نے گناہ کے لیے مغفرت بیان کی۔ لیکن جو توبہ سے بھی گزر جائے نہ کرے۔ اُس کو ظالم کہا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ توبہ ایسی شئے ہے جو گناہوں کے انبار کو بھی مٹا دیتی ہے۔

کیونکہ توبہ حقیقت میں ندامت ہے۔ ندامت کو حدیث پاک میں عین توبہ کہا گیا ہے۔ اس کی تین شرائط ہیں ایک شرط یہ ہے کہ انسان جو گناہ کر بیٹھے۔ اللہ کے حکم کی مخالفت کو گناہ کہتے ہیں۔ توبہ اور ندامت کی تین شرطوں میں سے پہلی شرط کیا ہے۔

پہلا جز یہ ہے کہ اُس نے جو اللہ کے حکم کی مخالفت کی۔ اُس مخالفت پر بعد میں اُسے افسوس ہو۔ افسوس دل کے رنج کو کہتے ہیں۔ یہ توبہ کا پہلا جز ہے اور اس کے بعد دوسرا جز یہ ہے کہ جب اُس نے اللہ کی طاعت کو چھوڑا اور اللہ کے حکم کی مخالفت کی۔ گناہ کا ارتکاب کیا تو خود کو گناہ کے سبب سے ذلیل سمجھے گرا ہوا سمجھے اور یہ جانے کے میں اللہ کی بارگاہ میں گر گیا ہوں۔ اپنے برے کام کے کرنے پر اسے افسوس ہو ندامت ہو اور اس کام کے سبب سے خود کو اللہ کی بارگاہ میں ذلیل سمجھے۔ یہ احساس ذلت ہو جائے۔ افسوس کے سبب یہ احساس ندامت پیدا ہو۔ اللہ کے حکم کی مخالفت کو یاد کر

کے احساس ندامت پیدا ہو تاسف ہو۔ اور تیسرا یہ کہ اُس کے چھوڑنے کا پختہ عزم کرلے۔ پختہ ارادہ کرلے کہ میں باری تعالی اب تو مجھے معاف کر میں دوبارہ اس گناہ کے قریب نہیں آؤں گا۔ دوبارہ تیرے حکم کی مخالفت نہیں کروں گا۔ اُس گناہ کو ہمیشہ کے لیے چھوڑنے کا عزم کرلے یہ تیرا جز ہے۔

جب انسان یہ تین شرائط پوری کرلیتا ہے تو اس عمل کو توبہ کہا جاتا ہے۔ جب یہ تین شرائط اُس نے پوری کرلیں۔ اُدھر اللہ کا دست مغفرت اُٹھا۔ اور نامہ اعمال کی جو تختی تھی اُس سے اُس کے گناہ کا وجود اس طرح مٹا دیا گیا جیسے گناہ کیا ہی نہ تھا۔ ہم سے بھی کوئی معافی مانگتا ہے اگر ہم بھی معاف کرتے ہیں۔ لیکن معاف کرکے بھی دل سے نہیں بھلاتے۔ کتنا حوصلہ ہے اُس کی رحمت کا کہ کوئی بڑے سے بڑا ظلم ہی کیوں نہ کرلے۔ جب وہ تائب ہو جاتا ہے تو وہ اُس کی تختی اعمال سے اس کے گناہ کے نام و نشان کو یوں مٹاتا ہے کہ لاذنبلہ، کہ جیسے گناہ کیا ہی نہ تھا۔ اگر وہی گناہ یا کوئی اور گناہ اُسی شخص سے پھر صادر ہو جائے تو اُس دوبارہ صادر ہونے والے گناہ کو تو لکھا جائے گا۔ حالانکہ وہی گناہ اس نے دوہرایا جو پہلے تھا۔ لیکن یہ گناہ کر کے بھی پہلا گناہ جو ہے وہ پھر بھی مٹا کا مٹا رہے گا۔ یہ اس کی رحمت کا ظرف ہے۔

اگر اس نے پھر وہی گناہ لوٹ کر ستر مرتبہ بھی کرلیا جبکہ انہتر مرتبہ اسی گناہ کے بعد اس نے توبہ کرلی تھی۔ یعنی ہر گناہ کیا اور پھر اسے ندامت ہوئی احساس ذلت ہوا اور ترک گناہ کا اس نے ارادہ کیا صدق دل سے، نیک نیتی سے، سچے دل سے، دھوکے سے نہیں کہ زبان سے کہہ رہا ہو کہ باری تعالی معاف کردے پھر نہیں کروں گا اور دل میں یہ بات راسخ ہو کہ پھر کروں گا۔ یہ تو توبہ ہی نہیں ہے یہ دھوکہ ہے۔ یہ دجل و فریب ہے، توبہ وہی ہے جو سچے دل سے کی جائے۔ تو اس نے سچے دل سے گناہ کی توبہ کی اور ارادہ کیا کہ آئندہ نہیں کروں گا اور پھر توبہ ٹوٹی اور وہی گناہ کر بیٹھا۔ اور پھر جب دوبارہ گناہ ہو تو پھر نادم ہوا پھر اس نے توبہ کی سچے دل سے اللہ نے معاف کردیا۔ اور تیسری بار پھر لغزش ہو گئی پھر وہی گناہ کیا۔ تو سچے دل سے توبہ کر کے بھی کیا یہ ممکن نہیں کہ بعد میں وہی گناہ غلطی سے کر بیٹھے۔

اس طرح اس نے 69 مرتبہ گناہ کیا۔ خواہ ایک ہی گناہ کیا۔ باقی جو اس کے پاس گناہ تھے ان کا معاملہ جدا ہے۔ وہ جدا ہے ایک ہی گناہ انہتر 69 مرتبہ کیا اور انہتر مرتبہ توبہ کی اور سترویں مرتبہ اس نے پھر وہی گناہ کیا۔ اس بخشش والے رب کی بخششوں کا حوصلہ ہے کہ جب وہ ستر مرتبہ گناہ وہ کرے گا۔ انہترویں توبہ کے بعد اس کے نامہ اعمال میں وہی ایک گناہ لکھا جائے گا۔ انہتر پھر بھی نہیں لکھے جائیں گے۔ اور وہ رب اسے یہ پھر بھی نہیں کہے گا کہ بندے شرم تو کر اسی گناہ کو انہتر مرتبہ بخشوا کر پھر کر رہا ہے۔ یہ پھر بھی نہیں کہے گا لہذا میں تیرے بار بار گناہ دوہرانے سے میں تیرے پچھلے بخشے ہوئے گناہوں کو پھر زندہ کرتا ہوں تا کہ تجھے سخت عذاب دیا جائے۔ نہیں یہ اس کی رحمت کی شان کے منافی ہے۔

اس لیے کہ توبہ کے عمل میں دو کام ہوتے ہیں۔ ایک بندے کا توبہ کرنا یعنی بندے کی توبہ میں دو جہتیں ہوتی ہیں۔ یعنی بندے کی توبہ اور ایک اللہ کی توبہ۔ بندہ بھی تواب ہے توبہ کرنے والا اور اللہ بھی تواب ہے۔ جب وہ خود زیادہ توبہ کرے۔ اس بندے کو کیا کہتے ہیں تواب بہت توبہ کرنے والا۔ اور اللہ کی شان بھی ہے تواب الرحیم۔ تو اللہ بھی توبہ کرتا ہے بندہ بھی توبہ کرتا ہے۔ لیکن دونوں کی توبہ کے معنی میں فرق ہے۔ بندے کی توبہ ہے گناہ سے ہٹ کر اللہ کے خیال کی طرف چلنا ہے۔ یہ بندے کی توبہ ہے اور اللہ کی توبہ یہ ہے کہ بخشش کے ارادے سے بندے کی طرف راغب ہونا۔ بندہ معافی حاصل کرنے کے ارادے سے اللہ کی طرف راغب ہو تو یہ بندے کی توبہ ہے اور اللہ اس کی توبہ پر معاف کرنے کے ارادے سے بندے کی طرف متوجہ ہو تو یہ اللہ کی توبہ ہے۔ وہ رب کہتا ہے کہ نادان اگر انہتر مرتبہ توبہ توڑی ہے تو تو نے توڑی ہے میں نے تو نہیں توڑی۔

اللہ اور بندے کی توبہ میں فرق

یہ توبہ تونے توڑی ہے اس لیے تیری توبہ ٹوٹتی رہی۔اور ستر مرتبہ تو گناہ کر بیٹھا بلکہ توبہ کر کے پھر مڑ گیا۔پھر توبہ توڑ بیٹھا۔لیکن میری توبہ انہتر مرتبہ ہوئی توبہ تیری ٹوٹتی رہی۔میری تو نہیں ٹوٹی۔اس لیے پھر وہی گناہ اس کے نامہ اعمال میں ہو گا۔بقیہ گناہ نہیں ہوں گے۔اس سے یہ بھی واضح ہوا کہ ایک مرتبہ کی توبہ اس گناہ کے لیے کافی ہے۔اور صدق دل سے توبہ ہونے چاہیے۔اور توبہ میں بھی توبہ ہوتی ہے۔ایک ہے توبہ اور ایک ہے توبہ در توبہ۔توبہ میں توبہ۔

مشائخ کہتے ہیں جب میں اللہ سے توبہ کرتا ہوں تو اس توبہ میں بھی توبہ کرتا ہوں۔اور توبہ میں توبہ یہ ہے کہ اس توبہ پر مجھے ثابت قدم رکھ۔اور توبہ میں مجھے اخلاص عطا کر۔استقامت عطا کر۔توبہ میں اخلاص اور استقامت نصیب ہو جائے تو یہ توبہ کی توبہ ہے۔اولیائے کرام اور عرفائے عظام نے فرمایا کہ توبہ میں استقامت کس طرح نصیب ہوتی ہے۔اخلاص تو توبہ کی ندامت سے حاصل ہوتا ہے۔ شرمندگی جتنی زیادہ ہو گی توبہ اتنی زیادہ خالص ہو گی۔انسان جتنا زیادہ شرمندہ ہو گا۔احساس ذلت جتنا زیادہ ہو گا اور گناہ کے بوجھ سے جتنا زیادہ اس کا دل دبے گا اور پریشان ہو کر اللہ کی طرف ندامت اور شرمندگی کے آنسو بہائے گا۔شرمندگی جتنی زیادہ ہو گی توبہ میں اتنا زیادہ اخلاص ہو گا۔یہ تو ہے توبہ میں اخلاص کے حصول کا ذریعہ۔

اور توبہ میں استقامت کیا ہے؟

صوفیائے کرام نے فرمایا کہ توبہ میں استقامت بعد میں محاسبہ نفس کے ذریعہ ممکن ہے۔جس گناہ سے توبہ کر لی بعد میں اپنے نفس کا محاسبہ رکھے۔صبح و شام نفس کا محاسبہ کرے۔نفس کے اعمال شمار کریں۔اور ہر لمحے نفس کا خیال رکھیں کہ کہاں اور کس طرح جا رہا ہے۔جو محاسبہ کرنے والے ہیں نفس کا وہ کسی بھی لمحے بھی نفس کے حال سے غافل نہیں ہوتے۔نفس کدھر کو جا رہا ہے کیا کر رہا ہے۔بھول رہا ہے یا نہیں۔تکبر میں آ رہا ہے یا نہیں۔حسد کر رہا ہے یا نہیں۔قناعت کر رہا ہے یا نہیں۔دنیا کی طلب کی طرف جا رہا ہے یا نہیں۔طبعی خواہش کی طرف لپک رہا ہے یا نہیں۔ہر لمحے نفس کا جھکاؤ کو دیکھتے رہتے ہیں۔نفس کا محاسبہ کرتے ہیں۔نفس سیدھی راہ سے جونہی بھٹکتا نظر آتا ہے وہیں اس کا محاسبہ کر لیتے ہیں۔تو ندامت کی کثرت سے توبہ میں اخلاص آتا ہے۔اور محاسبہ نفس پر قائم رہنے سے توبہ میں استقامت آتی ہے۔اس کو توبہ کی توبہ کہتے ہیں۔

یہ تین شرائط پوری ہو جائیں تو پھر مرد حق کی توبہ ہو جاتی ہے۔اللہ کے بندے کی توبہ ہو جاتی ہے۔

صوفیاء اور عرفاء نے توبہ کی مختلف اقسام بیان کیں۔صوفیاء کرام نے توبہ کے محرکات کی بنا پر توبہ کی چار قسمیں بتائی ہیں۔تو پہلی کو توبہ النصوح کا نام دیا جاتا ہے۔دوسری کو توبہ انابت کا۔تیسری کو توبہ استجابت کا اور چوتھی کو توبہ استحیاء کا۔توبہ کی چار اقسام ہیں۔

- توبہ النصوح
- توبہ انابت
- توبہ استجابت
- توبہ استحیاء

محرک توبہ کے حوالے سے یہ تقسیم اس طرح سے ہے کہ اللہ پاک نے فرمایا.

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا ؕ
(التحریم،66: 8)

اے ایمان والو! تم اللہ کے حضور رجوعِ کامل سے خالص توبہ کر لو، یقین ہے کہ تمہارا رب تم سے تمہاری خطائیں دفع فرما دے گا۔

فرمایا تم اللہ کی طرف تائب ہو جاو۔جب توبہ کی بات آئی فرمایا تُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ

توبہ نام ہی دل سے اللہ کی طرف راغب ہونے کا ہے۔توبۃ النصوح یہ توبہ عام ایمان والوں کے لیے توبہ ہے۔جس کو پہلے درجے کی توبہ کہتے ہیں۔اس توبہ میں محرک ہوتا ہے کہ گناہ سے بچنا ہے۔

تو وہ توبہ جو گناہ سے بچنے اور گناہ سے پرہیز کرنے کی نیت سے ہو تو وہ توبۃ النصوح ہے یعنی سچی توبہ ہے۔ دوسری صورت توبہ کی یہ ہے کہ التوبہ عن الکبائر۔

اس کے بعد فرمایا کہ پھر توبہ النصوح کا ہی دوسرا درجہ ہے کہ جب انسان کبائر یعنی بڑے گناہوں سے پرہیز کرلے تو پھر چھوٹے گناہوں سے بھی پرہیز کرے۔ چھوٹے گناہوں سے بھی پرہیز کرے۔ برے خیالات کا دل میں لانا۔ بری خواہشات کا دل میں لانا۔ کسی کی بے ادبی کا ہو جانا۔ کسی کی حق تلفی کا ہو جانا۔ یہ چھوٹے گناہ ہیں جن پر اللہ نے عذاب کی وعید نہیں کی۔ عقاب کیا ہے۔ عقاب کہتے ہیں ناراضگی یعنی وہ عذاب تو نہیں دیتا۔ لیکن ناراضگی اور ناپسندیدگی کی وجہ سے سرزنش کرتا ہے۔ چھوٹی سی سزا دے دیتا ہے۔ جیسے ناراضگی کے سبب کچھ منہ موڑ لینا۔ پھر معافی کے سبب معاف بھی کر دینا۔

اس کے بعد اس کے اوپر کے درجے کی دوسری توبہ ہے۔ اس کا محرک عذاب سے بچنے کا خیال نہیں ہوتا۔ بلکہ اللہ کا خوف ہونا اور اس کی طرف سے اجر و ثواب کا ملنا ہے۔ پہلا محرک عذاب کا خوف تھا اور دوسرا محرک اللہ کے ثواب کی طلب ہے۔ عام مسلمان عذاب سے ڈر کر توبہ کرتے ہیں اور جو اس سے اوپر والے درجے میں چلے جاتے ہیں۔ وہ اللہ کی بارگاہ سے اس کے اجر و ثواب کے لیے توبہ کرتے ہیں کہ توبہ سے بھی اللہ کی بارگاہ سے ثواب آتا ہے۔ اجر ملتا ہے۔ خوشی ملتی ہے۔ نعمتیں ملتی ہیں۔ اس کی رحمتیں متوجہ ہوتی ہیں۔ تو اگر محرک خوف عذاب ہو تو یہ پہلی توبہ ہے۔ اگر محرک خوف عذاب نہ ہو بلکہ طلب ثواب ہو تو یہ توبہ عنابت ہے۔ جس میں انسان کبائر اور صغائر سے تو پہلے ہی مضطرب ہوتا ہے۔ بڑے چھوٹے گناہوں سے تو بچتا رہتا ہے اس لیے عذاب کا خطرہ اسے نہیں ہوتا وہ مزید ثواب کا طالب ہوتا ہے۔ اسکی مزید رحمتوں کا طالب ہوتا ہے۔ اسکے مزید قرب کا طالب ہوتا ہے۔ اس کی مزید عنایات اور بخششوں کا طالب ہوتا ہے۔ اس لیے جب وہ توبہ کرتا ہے اس خیال سے تو اس کی توبہ عنابت کہلاتی ہے۔

ان میں سے ایک درجہ جو تیسرا ہو گیا اس کا نام ہے توبہ استجابت۔ یہ اس سے اونچے درجے کی توبہ ہے۔ اس توبہ استجابت میں نہ عذاب کا ڈر محرک ہوتا ہے اور نہ ثواب کی طلب محرک ہوتی ہے۔ بلکہ توبہ استجابت میں یہ خیال محرک توبہ ہو جاتا ہے کہ میں گناہ کر رہا ہوں اور ظلم کر رہا ہوں اور وہ میری شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے۔ اتنا قریب ہے میرا مولا اور میں اس کی مخالفت کر رہا ہوں۔

وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ (سورۃ ق، 50: 16)

اور ہم اس کی شہ رگ سے بھی زیادہ اس کے قریب ہیں۔

وہ رب جو میرے اتنا قریب ہے میں پھر بھی اس کی مخالفت کر رہا ہوں۔

فرمایا میرے محبوب میرے بندے جب تجھ سے میری نسبت پوچھیں۔ یارسول اللہ فرمائیے کہ ہمارا رب کہاں ہے؟ تو بتا دے میرے بندے کو مجھے کہاں تلاش کرتے ہو۔ میں تو بہت ہی قریب ہوں۔

مجھے تو جب بھی کوئی پکارنے والا پکارتا ہے تو میں اس کی پکار سنتا ہوں۔ اور قبول کرتا ہوں۔ یہ جو احساس قرب الٰہی ہے کہ وہ شہ رگ سے بھی قریب ہے اور میری ہر پکار کو سنتا ہے اور میرے بہت قریب ہے۔ اس قرب کے احساس سے جو ندامت ہوتی ہے وہ توبہ کا محرک ہو جاتی ہے۔

یوں درجہ بدرجہ توبہ کا رتبہ بلند ہوتا جا رہا ہے۔ اور توبہ کے حسن میں نکھار آتا جا رہا ہے۔ وہ توبہ عذاب کے ڈر سے تھی۔ وہ بھی توبہ تھی لیکن وہ غلاموں کی توبہ تھی۔ وہ توبہ جو عذاب کے ڈر سے نہیں بلکہ اس کی عنایات کے ڈر سے ہے وہ بھی توبہ ہے۔ اس میں اس کا حسن اور زیادہ نکھر گیا۔ یہ گناہوں کی توبہ نہ رہی بلکہ حساب و کتاب اور اجر و ثواب کا خیال ہے۔ یہ تاجروں کی توبہ ہے۔ اور وہ توبہ جو نہ ثواب کی طلب کی ہے۔ اور نہ عذاب کے خوف سے ہے۔ بلکہ اس کے احساس قرب کی ندامت میں ہے۔ وہ توبہ اور بھی بلند لوگوں کی توبہ ہے۔ اس کو توبہ استجابت کہتے ہیں۔

اور چوتھی توبہ توبہ استحیاء ہے۔ قرب کا خیال تو ہوتا ہی ہے۔ وہ بندہ دیکھتا ہے کہ وہ میرا مولا ہے۔ وہ مجھے پکار رہا ہے۔

گناہ کرنے والو! گناہ کر کے بھی میری رحمت سے مایوس نہ ہونا۔ تم گناہ کرتے جاؤ میں پھر بھی تم پر احسان کروں گا۔

شبِ عظمتِ الٰہی

صحابہ کرامؓ، تابعین، تبع تابعین، آئمہ ومحدثین پندرھویں شعبان کا روزہ رکھتے تھے

محمد شفقت اللہ قادری

شبِ برأت لیلۃ القدر گناہوں سے خصوصی معافی، عطائے رزق، عطائے زندگی، عطائے نوازشات الٰہی اور انعامات بانٹنے کی رات ہے۔ خاص فضیلت کی حامل ہونے کے باعث شبِ توبۃ النصوح یعنی کہ سچی توبہ طلب کرنے کی رات بھی کہا جائے تو بے جانہ ہوگا۔ قارئین گرامی قدر ہمیں شبِ برأت کا لغوی مفہوم اور وجہ تسمیہ سمجھنا ہوگا۔

لفظ براءت کا مادہ لفظ "بَرَ" سے نکلا ہے جس کا لغوی مفہوم ہے نیکی (ثواب) کیونکہ نیکی گناہوں سے بری کرتی ہے اور آزادی میسر آتی ہے۔ اس لیے اس کا مرادی مفہوم اور مطلب پاکی، نجات، چھٹکارا، رہائی اور بے قصور قرار دینا ہے اور وجہ تسمیہ یہ ٹھہری کہ شب برات فارسی زبان کا لفظ ہے جو شب اور لفظ براءت سے مرکب ہے۔ شب کے معنی رات اور براءت کے معنی نجات کے ہیں۔ کیونکہ اس رات بے شمار گناہوں سے گناہگاروں کو مغفرت نصیب ہوتی ہے، مجرموں کی بخشش ہوتی ہے، عذاب جہنم سے چھٹکارا اور نجات ملتی ہے۔ اس لیے اس کا نام شبِ برأت مشہور ہوگیا۔

لیلۃ المبارکہ یعنی کہ شبِ برأت کی فوقیت و فضیلت اور حدیث نبوی ﷺ کی روشنی میں

قارئین گرامی قدر خیر القرون یعنی صحابہ کرامؓ کا دور، تابعین کا دور، تبع تابعین کا دور، فضیلت و فوقیت شب برأت سے نہ صرف آگاہ تھا بلکہ حکمِ رسول ﷺ کو مستحب جانتے تھے۔ بلکہ اتباع رسول ﷺ کی روشنی میں پندرھویں شعبان کا روزہ رکھتے اور نہ صرف عبادت گزاری کرتے بلکہ غروب آفتاب سے طلوعِ فجر تک ہمیشہ مصلے کی پیٹھ پر کھڑے ہو کر رب کائنات سے آقائے دوجہاں محمد مصطفی کریم ﷺ کا واسطہ اور وسیلہ دے کر گریہ و زاری کرتے اور بخشش کی دعا مانگتے۔ صحابہ کرامؓ نے بھی اتباع رسول ﷺ میں قبرستان جانے کا عمل اور معمول جاری رکھا کیونکہ خیر القرون ہمیشہ حکم رسول کی پیروی میں ماہ شعبان کی اہمیت وفضیلت اپنے اندر جاگزیں رکھتے۔ اس رات شب بیداری، عبادت کرنا، خالق کائنات سے رزق طلب کرنا، بخشش ومغفرت طلب کرنا نہ صرف فضیلت کا باعث سمجھتے تھے بلکہ مستحب جانتے تھے یعنی کہ ایسا عمل جو رسولِ محتشم ﷺ نے خود کیا اور کرنے کا حکم صادر فرمایا:

خصوصاً عرض کرتا چلوں کہ شب برات آہ فغاں نیم شبی اور نفلی عبادات کے ساتھ ساتھ صدقہ وخیرات کرنا بھی جائز اور فضیلت مآب عمل ہے۔ کیونکہ یہ عمل رنج سے نجات دیتا ہے۔ قطعی طور پر بدعت نہیں ہے۔ قارئین گرامی قدر لیلۃ القدر یعنی کہ شب قدر ہو یا لیلۃ المبارکہ یعنی کہ شب برات ہو رجوع الی اللہ اور رجوع الی الرسول کا پاکیزہ امتزاج سمجھا جائے تو رب العالمین

سے باواسطہ رحمۃ للعالمین توبۃ النصوح مانگنے کی رات ہے یعنی کہ ہمیشگی کی نیت سے توبہ قرآن عظیم میں خالق عظیم نے قبول توبہ کے تین ضابطے عطا کیے ہیں:

۱۔ضابطہ اول: لیلۃ القدر ہو یا لیلۃ المبارکہ (شب برات) رب کائنات عاصیوں سے مخاطب ہو کر توبۃ النصوح کے قواعد و ضوابط وضح فرماتے ہوئے قرآن میں پہلا ضابطہ ارشاد فرمایا ہے:

اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ۔ (البقرہ،۲: ۲۲۲)

"بے شک اللہ بہت توبہ کرنیوالوں سے محبت فرماتا ہے۔"

۲۔ضابطہ دوم: سورہ توبہ آیت نمبر ۱۰۴ میں فرمایا:

اَلَمۡ یَعۡلَمُوۡۤا اَنَّ اللّٰہَ ہُوَ یَقۡبَلُ التَّوۡبَۃَ عَنۡ عِبَادِہٖ وَ یَاۡخُذُ الصَّدَقٰتِ وَ اَنَّ اللّٰہَ ہُوَ التَّوَّابُ الرَّحِیۡمُ۔ (التوبۃ،۹: ۱۰۴)

"کیا وہ نہیں جانتے کہ بے شک اللہ ہی تو اپنے بندوں سے (ان کی) توبہ قبول فرماتا ہے اور صدقات (یعنی زکوٰۃ و خیرات اپنے دستِ قدرت سے) وصول فرماتا ہے اور یہ کہ اللہ ہی بڑا توبہ قبول فرمانے والا نہایت مہربان ہے؟"

رب عظیم کا اعلان ہورہا ہے کہ شبِ توبہ غریبوں، مسکینوں اور بے سہارا بندوں کی امداد پر آپ کی توبہ قبول کرنے میں آج کی رات مجھے خاص لطف آیا ہے کیونکہ میں توبہ قبول کرنے والا نہایت ہی غفور الرحیم ہوں۔

قبول توبہ کا تیسرا قرآنی ضابطہ

سورہ النصر آیت نمبر ۳ میں ارشاد فرمایا:

فَسَبِّحۡ بِحَمۡدِ رَبِّکَ وَ اسۡتَغۡفِرۡہُ ؕ اِنَّہٗ کَانَ تَوَّابًا۔ (النصر، ۱۱۰: ۳)

"تو آپ (تشکراً) اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح فرمائیں اور (تواضعاً) اس سے استغفار کریں، بے شک وہ بڑا ہی توبہ قبول فرمانے والا (اور مزید رحمت کے ساتھ رجوع فرمانے والا) ہے۔"

ثابت ہوا کہ رجوع الی اللہ ہی رب کائنات کے حضور معافی گناہ کی التجا کرنا ہے۔ قارئین گرامی قدر! آپ کی توجہ ایک اہم نقطہ کی طرف مبذول کروانا چاہتا ہوں۔ یہ کہ چند آئمہ تفسیر کا اختلاف ہے کہ لیلۃ القدر اور لیلۃ المبارکہ ایک ہی رات کے دو نام ہیں یا دونوں راتیں الگ الگ ہیں۔ یاد رہے کہ لیلۃ القدر رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں ستائیسویں یا کوئی دوسری طاق رات ہے۔ دوسری لیلۃ المبارکہ جو ماہ شعبان کی چودہ اور پندرہ کی درمیانی رات ہے۔ امام رازیؒ اپنی شرح بصیرت علمی سے تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جن لوگوں نے اس رات لیلۃ مبارکہ سے پندرہ شعبان کی رات مراد لی ہے ان کا کہنا ہے کہ اس کے ثبوت میں رسول اللہ ﷺ کے ارشادات موجود ہیں پھر فرماتے ہیں کہ اگر رسول اکرم ﷺ کا ارشاد ثابت ہو جائے تو اس پر کسی اضافہ یا کمی کی کوئی گنجائش نہیں۔ ہر صورت قبول ہے۔

درحقیقت امام رازیؒ نے لیلۃ مبارکہ کو پندرہ شعبان کی رات تصور کیا ہے اور آقائے دوجہاں محمد رسول اللہ ﷺ کی احادیث مبارکہ کو دلیل کامل مانا ہے۔ یاد رہے کہ حدیث مبارکہ کی روشنی میں پندرہ شعبان کی رات قبرستان میں جانا ثابت ہے اور سنت مصطفی ﷺ تصور کیا جاتا ہے۔ ترمذی، ابن ماجہ، ابن ابی شیبہ اور بیہقی میں سیدہ کائنات ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ آپ جنت البقیع میں تشریف لے گئے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے دیکھا کہ پندرہ شعبان کی رات یعنی کہ شب برات حضور اقدس جنت البقیع میں آسمان کی طرف سر اٹھائے کھڑے ہیں اور ارشاد فرمایا عائشہؓ بے شک اللہ تعالیٰ پندرھویں شعبان کی رات (شب برات) آسمان دنیا پر نزول اجلال فرماتے ہیں اور قبیلہ بنی کلب کی بکریوں کے بالوں کی تعداد سے زیادہ لوگوں کی بخشش فرماتا ہے۔

امام احمد بن حنبل نے المسند میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ سے روایت کی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ پندرہ شعبان کی رات نادم اور گناہگار بندوں پر خاص نظر کرم فرماتے ہیں مگر کینہ پرور اور ناحق قتل کرنے والے اور مغرور لوگ عام معافی سے محروم رہیں گے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ

الکریم بحوالہ بیہقی اور ابن ماجہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: پندرھویں شعبان کی رات نفلی عبادات اور پندرہ شعبان کا روزہ رکھنا افضل ہے اور بے شک اللہ تعالیٰ چودہ شعبان غروب آفتاب سے طلوع فجر تک آسمان دنیا پر نزول اجلال فرماتے ہیں اور ندا فرماتے ہیں کہ ہے کوئی گناہوں کی معافی چاہنے والا، میں اسے بخش دوں گا۔ ہے کوئی رزق طلب کرنے والا میں رزق دوں گا۔ ہے کوئی مبتلائے غم والم میں اسے فرحت اور صحت سے نوازدوں گا۔ ہے کوئی گناہوں سے لت پت جسے میں مغفرت سے نوازدوں گا، ہے کوئی راہ نجات سے بھٹکا ہوا میں اسے صراط مستقیم پر گامزن کردوں گا۔

قارئین گرامی قدر! اس کی تصدیق کم و بیش جن اماموں نے کی ہے ان میں امام رازی نے تفسیر کبیر میں اور امام جلال الدین سیوطیؒ نے جلالین میں، علامہ شوکانی نے فتح القدیر میں اور امام ابن جریر سرفہرست ہیں۔ اس کے علاوہ متفقہ احادیث مبارکہ میں بے شمار امام ہائے احادیث اور فقہ کے حوالے سے ثابت ہے کہ پندرھویں شعبان کی شب خالق کائنات رب ذوالجلال آسمان دنیا پر نزول اجلال فرماتے ہیں اور گناہ گاروں کی بخشش فرماتے ہیں ماسوائے قاتل کینہ پرور، مشرک، عادی زانی اور عادی شرابی کے۔ قارئین گرامی قدر بے شمار ضعیف احادیث مبارکہ بھی اس عمل پر ثابت ہیں اور امام ہائے احادیث و فقہ کا اجماع ہے کہ قیاس کی نسبت ضعیف احادیث درست تصور ہوں گی۔

حضرت معاذ بن جبل، حضرت ابو ثعلبہ، خبابہ و حضرت عائشہ صدیقہؓ، حضرت عثمان بن ابی العاص، امام شافعی، علا بن حارث، شیخ ابن مفلح الحبلی، شیخ عبدالحق محدث دہلوی، امام اوزاعی، شیخ عبدالرحمن مبارک فوری، مولانا اشرف علی تھانوی۔ قارئین گرامی قدریوں تو شب برات کی فضیلت اور اہمیت میں بیسوں احادیث مبارکہ موجود ہیں۔ تاہم عنوان کی طوالت کے پیش نظر فقط مزید ایک حدیث شریف پر اکتفا کرتا ہوں۔

ذیلی عنوان مندرج بالا میں اس آیت قرآنی کا انتخاب اس لیے کیا گیا ہے کہ یہ آیت مبارکہ قرآن مجید کی وہ آیت ہے جو ماہ شعبان میں اتری اسی نسبت سے اس مہینے کو ماہ صلوٰۃ کہا جاتا ہے۔ اس کی دلیل میں علامہ قسطلانی اور علامہ یوسف بن اسماعیل نبہانی المعروف امام نبہانیؒ کے اسمائے گرامی پیش خدمت ہیں۔ انوار محمدیہ صفحہ نمبر ۵۱۸۔

قارئین کرام شب برات گناہوں کی قید سے بریت کی رات سمجھی جائے یا گناہگاروں کو توبۃ النصوح کی قبولیت کے صلے میں رب ذوالجلال کی جانب سے سچی معافی کا تحفہ سمجھا جائے۔ امت محمدیہ کے خوش نصیبو یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ ہم گناہگاروں کو جہنم سے بریت ملے گی تو وسیلہ محمد مصطفی کریم ﷺ ملے گی کیونکہ آپ شافعی محشر بھی ٹھہرائے گئے ہیں۔ میری نظر میں دنیوی اور سماوی تمام نعمتیں تصدق محمد کریم کی بدولت میسر ہیں۔ قارئین کرام مجتہد اعظم، مجدد رواں صدی، کشتہ عشق مصطفی ﷺ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری نور الٰہی کی لذتیں بانٹتے ہوئے حالت وجدان میں گویا ہیں۔ فرماتے ہیں رب ذوالجلال شب برات وسیلہ محمد مصطفی کریم ﷺ کا عملی نمونہ دیکھنے کے لیے فرشتوں کے جھرمٹ میں پہلے آسمان پر اپنی شان کے ساتھ براجمان ہوگا اور فرشتوں کو حکم دے گا میری نوری مخلوق دنیائے زمین پر پھیل جاؤ اور شرق تا غرب آج کی رات منادی عام کردو اور میرا پیغام رحمت دے دو۔

۱۔ اول: اے گناہگارو جھولی گناہ پھیلا دو میں معافی کی خیرات دے دوں گا۔

۲۔ دوم: اے گناہگارو آج کی رات تم ندامت کے آنسو بہاؤ آہ و فغاں نیم شبی میں گریہ و زاری کرو اور بھیگی آنکھوں کے ساتھ میری طرف جستجو کے ساتھ تک لو میں خالق ارض و سماوات ہوں غفور الرحیم ہوں معاف کردوں گا۔

۳۔ سوم: اے میرے لاڈلے محبوب کے نادم امتی تو سچے دل سے میری طرف رجوع کر میں لوح محفوظ کا مالک ہوں تیری ندامت پر تیری تقدیر بدل دوں گا۔

۴۔ چہارم: اے میرے گناہگار بندو میں گناہوں سے نفرت کرتا ہوں مگر گناہگاروں سے نہیں کرتا۔ میں کبھی شب قدر کے بہانے اور کبھی شب برات کے بہانے، کبھی دیکھنے تیری تہجد کے بہانے پہلے آسمان پر رحیمی کی نگاہوں سے اپنی شان کریمی کے ساتھ تیری شاہ رگ کے قریب ہوکر منتظر رہتا ہوں کہ تیری توبۃ النصوح پر تجھے معاف کردوں۔

۵۔پنجم: اے میرے بندو میں تمہاری التجاؤں کے لیے آج کی رات تمہارا منتظر رہوں گا اور تمہیں منتظر کردوں گا اور مقام منتظر پر رکھ کر تمہاری توبۃ النصوح کے بدلے میں نہ صرف معاف فرماؤں گا بلکہ تمہاری روزی فراخ کردوں گا، موت کے خانے میں زندگی لکھ دوں گا۔ یاد رکھو! میں سب کچھ عطا کروں تو سہی لیکن صدقہ وجہ تخلیق کائنات محمد رسول اللہ ﷺ پر درود وسلام کے وسیلے سے۔

حضرت عزرائیل علیہ السلام نہایت عاجزی سے گویا ہوئے آقا کریم ﷺ محبوب کبریا رب العزت کی کبریائی کی قسم جس کی ہم ہمہ وقت تسبیح پڑھتے ہیں اور عبادت میں مشغول رہتے ہیں۔ میں آپ کی ذات اقدس پر درود وسلام پڑھنے والے کی روحیں اس طرح قبض کروں گا جس طرح انبیاء علیہ السلام اولیاء اور صالحین کی روحیں قبض کرتا ہوں۔

۶۔ششم: رب محمد ﷺ فرمائے گا فرشتو منادی کردو کہ میں نے تمام نبیوں پیغمبروں پر سلام بھیجا ہے۔ مجھے میری عزت و کبریائی کی قسم جب میں اپنے محبوب محمد مصطفی ﷺ کو تخلیق کرنے لگا تو سلام کے ساتھ درود بھی بھیجا۔ لہذا آج شب برات میرے پیارے محبوب محمد ﷺ پر درود وسلام بھیجتے جاؤ میں آسمان سے فرشتوں کے ذریعے تمہاری بخشش کے تحفے بھیجتا رہوں گا۔

۷۔ہفتم: فرشتو! منادی کردو کہ اے میری زمین پر رعونت سے دندناتے فرعونو! گناہوں کی لذتوں سے لت پت اور اپنے ظلموں پر اترانے والو تم نے اگر آج کی رات بھی مجھ سے وسیلہ مصطفی سے اپنے گناہوں کی بخشش کی خیرات نہ مانگی تو سن لو میں تمہاری روزیاں تنگ کردوں گا، تمہاری زندگیاں موت میں بدل دوں گا، جہنم کے اذیت ناک عذاب سے دوچار کردوں گا کیونکہ میں لوح محفوظ کا مالک ہوں۔

قارئین محتشم حضور پر نور کے امتیو! دنیائے زمین پر منادی کے بعد مالک لوح محفوظ رب کائنات اپنی عظیم المرتبت کرسی پر اپنی شان کے ساتھ آج شب برات اور شب قدر محبت، عفو و درگزر، بخشش اور رحیمی کے نورانی لباس میں ملبوس پہلے آسمان پر جلوہ افروز ہوں گے۔ رب کائنات فرشتوں سے شب برات اور شب قدر آنسوؤں میں لت پت توبہ اور گریہ وزاری کرنے والوں اور اپنے گناہوں سے شرمندہ لوگوں کی فہرست طلب فرمائیں گے، فہرست فرشتے پیش کریں گے تاہم ترتیب معافی خود رب محمد خود مرتب فرمائیں گے۔ سر فہرست جن گناہ گاروں کو معاف کیا جائے گا ان میں سب سے پہلے امت محمدیہ کے وہ مسلمان ہوں گے جو اپنے بھائیوں کے عیوب پر پردہ پوشی کرتے رہے ہوں گے۔ پھر وہ جو یتیموں اور بیواؤں کے ساتھ ہمیشہ خوش اسلوبی سے پیش آتے ہوں گے اور ان کے مالوں پر ناحق قبضہ نہیں کرتے ہوں گے۔

اس کے بعد ان لوگوں کو معاف کیا جائے گا جو لوگوں کی غلطیاں معاف کردیتے ہوں گے۔ خواجہ نظام الدین اولیاء در نظامی میں فرماتے ہیں کہ معاف کردینا غصہ پی جانے سے بہتر ہے۔ اگر انسان معاف نہ کرے اور غصہ پی جائے تو اندیشہ ہے کہ غصہ دل میں حسد، بغض اور کینہ پیدا کردے۔ قارئین گرامی قدر پھر سچے دل سے توبۃ النصوح کرنے والے نوجوانوں کو نہ صرف معاف فرمایا جائے گا بلکہ آج کی رات کی خیرات میں کشادگی رزق اور طویل پاکیزہ زندگی کی نوید سنائی جائے گی، جس کے بارے میں خواجہ نظام الدین ولیاء فوائد الفواد میں رقمطراز ہیں کہ جوانی میں توبہ کرنا بہتر اور اچھا ہے، بڑھاپے میں توبہ نہیں کروگے تو کیا کرو گے۔ پھر بعد میں ایسے نوجوانوں کو معافی کے لیے چنا جائے گا جن کو گناہ کبیرہ کا موقع میسر آیا اور اسے کوئی دیکھ نہ رہا تھا، صرف اس لیے گناہ سے منہ موڑ لیا اور خوف خدا سے برائی سے باز آگیا اور یہ سمجھ کر رب کائنات کی طرف دیکھا کہ وہ دیکھ رہا ہے۔

امت محمدیہ کے گناہ گارو۔۔ شب برات مولا کریم توبۃ النصوح پر لوگوں کے لیے باب معافی کھول دے گا۔ جیسے کہ شب قدر باب معافی کھول دیتا ہے۔ شب توبہ (شب برات) زندوں اور ہمارے مردوں کے لیے مغفرت طلب کرنے کی رات ہے۔ رب جلیل نے ہماری توبہ قبول کرنے کی لازم شرائط جو رکھی ہیں وہ درج ذیل ہیں:

۱۔اول: بذریعہ رجوع الی اللہ وسیلہ محمد مصطفی ﷺ اللہ سے معافی کی گڑگڑا کر استدعا کرنا۔

۲۔دوم: ذات محمد مصطفی کریم ﷺ پر درود و سلام بھیجنا مغفرت اور بخشش کا وسیلہ سمجھنا۔

شب برات و توبۃ النصوح بوسیلہ درود پاک عظیم نسخہ کیمیا ہے

قارئین گرامی قدر قرآن عظیم فضیلت اہمیت کی بابت ارشاد فرماتا ہے:

اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ ط یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا۔ (الاحزاب، ۳۳: ۵۶)

"بے شک اللہ اور اس کے (سب) فرشتے نبیِ (مکرّم ﷺ) پر درود بھیجتے رہتے ہیں، اے ایمان والو! تم (بھی) اُن پر درود بھیجا کرو اور خوب سلام بھیجا کرو۔"

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری اپنی خوبصورت تصنیف منہاج السوی صفحہ ۳۸۸ میں فرماتے ہیں کہ حدیث پاک ہے۔ حضرت عمر بن خطابؓ سے مروی ہے کہ یقیناً دعا اس وقت تک زمین اور آسمان کے درمیان ٹھہری رہتی ہے اوپر نہیں جاتی جب تک سرور کائنات حضور اقدس ﷺ کی ذات پر درود شریف نہ پڑھا جائے۔ وجدانی تشریح میں شیخ الاسلام مزید فرماتے ہیں کہ آقائے دو جہاں نے فرمایا ہے کہ میری امت میں کوئی شخص ایسا نہیں مجھ پر درود شریف پڑھے اور میں نہ سنوں کیونکہ رب ذوالجلال نے میری روح واپس لوٹادی ہوئی ہے۔ ہر درود سلام بھیجنے والے کا جواب دیتا ہوں۔

گرامی قدر ہم خوش نصیب ہیں کہ ہمیں ایسا نبی آخر الزماں نصیب ہوا جس پر درود سلام پڑھنا رب ذوالجلال کی سنت پاک ہے بلکہ خداوند عظیم کعبہ قوسین او ادنیٰ کے مقام پر نوری فرشتوں کے جھرمٹ میں اپنے محبوب محمد مصطفی ﷺ پر درود و سلام بھیجتے ہیں۔ حدیث شریف ہے اور حضرت علی کرم اللہ وجہ الکریم سے روایت ہے کہ آقائے دو جہاں محمد مصطفی کریم ﷺ نے فرمایا مومن کی دعا اس وقت تک پردہ حجاب میں رہتی ہے جب تک وہ میری ذات اور اہل بیت پر درود و سلام نہیں بھیجتا۔

قارئین کرام بڑا نفیس اور رقیق القلب نقطہ ملاحظہ ہو۔ ایک دفعہ حضور اقدس رحمت دو عالم، نور مجسم ساقی کوثر شافع محشر کی بارگاہ عالم پناہ میں چار و مقرب فرشتے عجز و انکساری کے ساتھ مودبانہ حاضر ہوئے آداب بجالانے کے بعد حضور پرنور کی ذات اقدس پر درود و سلام بھیجا اور ادب سے عرض کیا:

ہمارے مصطفی کریم ﷺ: ہم قدسیانِ عرش عظیم عرشِ عالی پر اللہ ذوالجلال کی عبادت تو کرتے ہی ہیں تاہم خالق ارض و سماوات کے ساتھ مل کر آپ کی ذات اقدس پر درود و سلام بھی بھیجتے رہتے ہیں۔ آقا کریم آج رب عظیم نے آپ کی امت کے لیے خاص انعام بھیجا ہے۔ اس کے بعد حضرت جبرائیل علیہ السلام بارگاہ محمد میں عرض کرنے لگے کہ یارسول اللہ ﷺ اگر کوئی شخص دس مرتبہ آپ کی ذات اقدس پر درود و سلام بھیجے گا تو میں روز محشر پل صراط سے بجلی کی سی تیزی سے گزرنے کی ضمانت دیتا ہوں۔ حضرت اسرافیل علیہ السلام نے عرض کیا: آقا کریم ﷺ آپ کی ذات پر درود و سلام پڑھنے والے کے لیے روز محشر بارگاہ رب العزت میں اس وقت تک پڑا رہوں گا جب تک وہ شخص بخشا نہ جائے۔

قارئین گرامی قدر یہ بات اس طرح حق سچ ہے جیسے کلام مجید کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا گناہگار و شب برات اور لیلۃ القدر مجھ پر درود و سلام بھیجنے کے وسیلے سے تمہاری دعائیں قبول اور مستجاب ہوں گی۔ ان راتوں میں رحمت حق جوش میں ہوتی ہے اور بخشش کے بہانے تلاش کرتی ہے۔ مجھ پر درود و سلام کے وسیلے سے اللہ تعالیٰ تمہاری موت زندگی میں بدل دے گا۔ تنگ روزی فراخی میں بدل دے گا۔ ہر پریشانی خوشحالی میں بدل دے گا جتنی بڑی جھولی پھیلاؤ گے ان مقدس مقبول راتوں کے طفیل وسیلہ درود و سلام بھر دے گا۔

قارئین یاد رہے کہ شیخ الاسلام نے اپنی معتبر کتابوں میں لکھا ہے کہ حضرت آدمؑ اور حضرت حواؑ کے نکاح میں اللہ نے درود شریف کو آپ کا حق مہر قرار دیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے وظیفہ درود و سلام دریائے نیل عبور کیا۔ خالق عظیم شب برات درود و سلام کے صدقے ہمارے صغائر اور کبائر معاف فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ

عالمی یومِ خواتین اور مسلم خاتون کے حقوق و فرائض

یومِ خواتین کے موقع پر آج کی مسلمان عورت کو اس امر کی تاکید ضروری ہے کہ وہ اپنی ان امتیازی خصوصیات کی حفاظت کرے جو قدرت نے اسے اعزاز و اکرام سے عطا کی ہیں

پروفیسر ڈاکٹر زیب النساء سرویا (ڈین سٹوڈنٹ افیئرز گورنمنٹ اسلامیہ گریجوایٹ کالج برائے خواتین کوپر روڈ)

ہر سال 8 مارچ کو خواتین کے عالمی دن کے طور پر منایا جاتا ہے۔ اس دن کو منانے کا مقصد ان خواتین کو خراجِ تحسین پیش کرنا ہے جنھوں نے اپنے حقوق کے حصول کی جنگ لڑی۔ خواتین کی اہمیت سے آگاہ کرنا، لوگوں کو خواتین پر تشدد کی روک تھام کے لیے اقدامات کی ترغیب دینا بھی اس کے مقاصد میں شامل ہے۔

اس دن کو عالمی سطح پر منانے کی تجویز سب سے پہلے کلارا زتکن نامی خاتون نے پیش کی جو جرمن ڈیموکریٹک پارٹی کی رکن اور کمیونسٹ تھی۔ یہ خواتین کے حقوق کی کارکن تھی۔ اس کے ساتھ ایک خاتون لوئس ڈائز کا نام بھی لیا جاتا ہے۔

1910ء میں کوپن ہیگن میں انٹرنیشنل کانفرنس آف ورکنگ ویمن تھی۔ کلارا زنے اس کانفرنس میں یہ خیال پیش کیا کہ ہر سال خواتین کا عالمی دن منایا جائے۔ اس کانفرس میں 17 ممالک سے 100 خواتین شریک تھیں۔ انھوں نے متفقہ طور پر کلارا زتکن کے اس خیال کی تائید کی۔ یوں اس دن کو منانا قرار پا گیا۔ کلارا زنے اس دن کو منانے کے لیے کوئی خاص تاریخ مقرر نہیں کی تھی۔

1911ء میں پہلی مرتبہ یہ دن آسٹریا، ڈنمارک، جرمنی اور سوئٹزرلینڈ میں منایا گیا۔ قبل ازیں 1919ء میں 28 فروری کو امریکہ میں یہ دن منایا جاچکا تھا۔ 1911ء میں روس میں خواتین کی ہڑتال شروع ہوئی۔ اسی سال نیویارک میں فیکٹری میں 10 گھنٹے کام کرنے والی خواتین نے اپنے کام کے اوقات کار میں کمی اور اجرت میں اضافے کے لیے آواز اٹھائی تو پولیس نے نہ صرف ان پر وحشیانہ تشدد کیا بلکہ ان خواتین کو گھوڑوں کے ساتھ باندھ کر سڑکوں پر گھسیٹا گیا۔ اس واقعہ میں 140 خواتین اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھیں۔

8 مارچ 1913ء کو یورپ میں خواتین نے اپنے حقوق کے حصول کے لیے ریلیاں نکالیں۔ 1922ء میں چین میں کمیونسٹوں نے یہ دن منایا۔ 1936ء میں کمیونسٹوں کی جانب سے اس دن کو منایا گیا۔

پہلی عالمی جنگ کے دوران روسی خواتین نے ”روٹی اور امن“ (Roses and Bread) کے نام کے ساتھ مطالبات پیش کیے اور ہڑتال کر دی۔ صرف چار دن کے بعد روسی سربراہ کو حکومت چھوڑنی پڑی اور خواتین کو ووٹ کا عبوری حق حاصل ہو گیا۔ جس روز روس میں خواتین کی ہڑتال کا آغاز ہوا تھا وہ جولیئن کلینڈر میں 23 فروری تھا جو موجودہ کیلنڈر میں 8 مارچ ہے اور اسی لیے 8 مارچ کو ہی خواتین کا عالمی دن منایا جاتا ہے۔ 1918ء تک اس دن کے لیے کوئی تاریخ متعین نہ تھی۔

8 مارچ کو خواتین کے عالمی دن کے لیے جامنی، سبز اور سفید رنگ کا لباس پہننے کو ترجیح دی گئی ہے۔ جامنی رنگ انصاف

اور وقار کی علامت ہے سبز رنگ امید کا نشان اور سفید پاکیزگی کو ظاہر کرتا ہے۔ لیکن یہ قدرے متنازع ہے۔ اس دن کے لیے یہ رنگ 1908ء میں برطانیہ کی ویمنز سوشل اینڈ پولیٹیکل یونین سے نکلے ہیں۔

1975ء میں خواتین کا عالمی دن منانے کو سرکاری سطح پر اس وقت تسلیم کیا گیا جب اقوام متحدہ نے اسے منانا شروع کر دیا۔ 1996ء میں پہلی بار اس دن کو تھیم دیا گیا جب اقوام متحدہ نے اسے "ماضی کا جشن اور مستقبل کی منصوبہ بندی" کے عنوان سے منایا۔ تب سے خواتین کا عالمی دن ہر سال منایا جانے لگا۔

مختلف ممالک میں اس کے منانے کا طریقہ کار مختلف ہے۔ کئی ممالک اس دن قومی تعطیل رکھتے ہیں۔ ان میں روس بھی شامل ہے۔ کچھ ممالک میں حکومت اس دن خواتین کو آدھے دن کی چھٹی دیتی ہے۔ مگر بہت سی کمپنیاں چھٹی نہیں دیتیں۔ روس اور اٹلی میں اس دن عورتوں کو پھول پیش کیے جاتے ہیں۔ امریکہ مارچ کا مہینہ تحریک نسواں کے مہینے کے طور پر منایا جاتا ہے۔

8 مارچ کو خواتین کی خدمات کا اعتراف کیا جاتا ہے۔ سال بھر کی کامیابیوں پر خواتین کو مختلف اعزازات سے نوازا جاتا ہے۔ مختلف ممالک اس دن کو مختلف عنوانات دے کر مناتے ہیں۔ عورت کی عزت و تکریم کے اعتراف کے لیے 8 مارچ کا دن مقرر کیا گیا ہے۔ یہ دن مسلمان عورت سے بالخصوص اور تمام مذاہب کی خواتین سے کئی تقاضے کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے مرد اور عورت کو تخلیق فرمایا اور دونوں میں سے ہر ایک کو انفرادی امتیازی خصوصیات سے سرفراز فرمایا۔ اب ہر دو اصناف کا فریضہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ودیعت کردہ اوصاف کی حفاظت کریں۔ بلاشبہ مرد اور عورت کی اپنی اپنی انفرادی شخصیت ہے۔ دونوں پر لازم ہے کہ وہ اپنی منفرد خصوصیات سے دست بردار ہونے کی کوشش نہ کریں۔

یومِ خواتین کے موقع پر آج کی مسلمان عورت کو اس امر کی تاکید ضروری ہے کہ وہ اپنی ان امتیازی خصوصیات کی حفاظت کرے جو قدرت نے اسے اعزاز و اکرام سے عطا کی ہیں۔ عورت کو مردوں کی مشابہت سے گریز کرنا ہے۔ مرد سے مشابہت ایک جانب تو عورت کی اپنی تخلیق کی بربادی ہے تو دوسری جانب احساس کمتری کی نشانی بھی ہے۔ عورت اپنے خاص اوصاف کو برقرار رکھ کر ہی اپنے بنیادی فرائض اور ذمہ داریوں سے عہدہ برآں ہو سکتی ہے اور اپنے گھر اور اہل و عیال یعنی اپنی اولاد کی بہترین نگہداشت کا فریضہ سرانجام دے سکتی ہے۔

مسلمان عورت کو حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ کی حدیث مبارکہ کو ذہن نشیں رکھنا ہے کہ آپ خاتم النبیین ﷺ نے مردوں کی چال اپنانے والی عورتوں اور عورتوں کی روش اختیار کرنے والے مردوں پر لعنت بھیجی ہے۔ (ابوداؤد)

عورت اللہ کی عطا کردہ صفات اور اپنی انفرادیت کو قائم رکھ کر ہی بلند مقام حاصل کر سکتی ہے۔ عورت پر فرض ہے کہ وہ اولاد کو حسن اخلاق کی صفات سے مزین کریں تاکہ نئی نسل میں عفت اور پاک دامنی پیدا ہو۔ آج جدید ٹیکنالوجی کے دور میں دور نوجوانی میں اولاد کی نگرانی کرنے کی بہت ضرورت ہے۔ عورت کی ذمہ داری ہے کہ وہ بطور ماں اولاد پر کڑی نظر رکھے اور خاندان اور خاندان سے باہر دیگر رشتہ داروں اور دوست احباب سے میل ملاقات اپنی نگرانی میں کروائے تاکہ نوجوان نسل بری صحبت سے بچ سکے۔

مرد اور عورت انسانی معاشرت کا لازمی حصہ ہیں اور معاشرے کی ترقی اور بقا کا مدار دونوں پر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے دونوں کی جسمانی ساخت اور نفسیات میں کچھ فرق رکھا ہے اور اس کے مطابق ذمہ داریوں اور فرائض کی تقسیم کی ہے۔ عورت اپنے شوہر کے گھر کے اندر کے معاملات کی ذمہ دار ہے۔ گھر کو بنانا، سنوارنا، اس کی ترتیب اور آرائش و زیبائش خالصتاً نسوانی ذوق ہے، اس کے علاوہ بچوں کی پرورش اور ان کے امور کی دیکھ بھال، تربیت، ذہن سازی اور شخصیت کی تعمیر عورت ہی بہتر انداز میں کر سکتی ہے۔

ہمارے معاشرے کا المیہ ہے کہ عورت ہی کو ہر برے کام کا قصور وار ٹھہرایا جاتا ہے۔ اسے اس کے حقوق پورے نہیں ملتے اور آزادی رائے کا حق نہیں دیا جاتا۔ جب کہ اسلام میں عورت کو مرکزی حیثیت حاصل ہے اور وہ مرد کے برابر حقوق رکھتی ہے۔

مسلمان عورت معاشرے میں مردوں سے کھلم کھلا اختلاط سے پرہیز کرے۔ ضرورت پڑنے پر حدود و قیود کی پابندی کے ساتھ ملاقات میں حرج نہیں۔ عورت کو مرد سے مصافحہ اور تنہائی میں ملاقات سے گریز کرنا چاہیے۔ بصورت ضرورت اور باامر مجبوری طویل اور مکرر ملاقات میں پست نگاہی ضروری ہے۔ عورت خدائی احکامات کی پیروی کرتے ہوئے لباس میں کچھ مخصوص آداب کو اختیار کر کے اپنے وقار میں اضافہ کر سکتی ہے۔

۱۔ اور اپنے دوپٹے اپنے سینوں پر ڈالے رہا کریں اور اپنی زینت ظاہر نہ ہونے دیں۔(نور:۳۱)

۲۔ اے نبی آپ کہہ دیجئے اپنی بیویوں اور بیٹیوں اور عام ایمان والی عورتوں سے کہ وہ اپنے اوپر نیچی کر لیا کریں اپنی چادریں تھوڑی سی۔(الاحزاب:۵۹)

۳۔ عریاں اور حد سے زیادہ چست لباس سے گریز بہتر ہے۔

۴۔ بولی میں نزاکت نہ پیدا کریں کہ ایسے شخص کو خیال فاسد پیدا ہونے لگتا ہے جس کے قلب میں خرابی ہے۔ (الاحزاب:۳۲)

۵۔ چلتے ہوئے پیر زور سے نہ رکھیں کہ ان کا مخفی زیور معلوم ہو جائے۔(نور:۳۱)

عورت جب بھی اپنی انفرادیت میں غلو برتے گی، بلند مقام سے گر جائے گی اور اس کی شخصیت زوال پذیر ہو جائے گی۔ عورت پر تعمیر و ترقی کے لیے کام کرنے پر کوئی پابندی نہں۔ فرمان الٰہی ہے:

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيٓ اٰدَمَ۔(الاسرا:۷۰)

" اور بے شک ہم نے بنی آدم کو عزت بخشی۔"

بنی آدم میں مرد اور عورت دونوں شامل ہیں۔ عورت مرد ہی کی طرح دنیا میں اپنے تمام تعزیری اور تمدنی اعمال کی ذمہ دار ہے اور روز قیامت اس کا بدلہ پائے گی۔ والد، بھائی، بیٹا، شوہر اور کوئی قریبی رشتہ اس کے کام نہ آئے گا۔ فرمان باری تعالیٰ ہے:

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً (النحل:۹۷)

" جو کوئی نیک عمل کرے (خواہ) مرد ہو یا عورت جب کہ وہ مومن ہو تو ہم اسے ضرور پاکیزہ زندگی کے ساتھ زندہ رکھیں گے۔"

عورت اپنی مستقل بالذات شخصیت کی مالک ہے۔ وہ اپنے اختیارات میں آزاد اور خود مختار ہے۔ اسے اپنا شریک سفر منتخب کرنے کی آزادی ہے۔ خاتم النبیین نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے:

"کسی بیوہ کا نکاح بغیر اس کے مشورہ کے اور کنواری کا نکاح بغیر اس کی اجازت کے نہ کیا جائے گا۔(بخاری و مسلم:۲۸)

اسی طرح اگر عورت کو شوہر پسند نہیں تو وہ اس سے جدا ہونے کا حق رکھتی ہے۔ عورت مکمل انسان ہے۔ وہ عائلی زندگی میں مرد کی زندگی کی ساتھی ہے نہ کہ جنسی تسکین کا کوئی کھلونا۔ عورت اور مرد دونوں کو ایک دوسرے کا لباس قرار دیا گیا ہے۔ (البقرہ:۱۸۷)

عورت ایک دانش مند، ذی شعور ہستی ہے۔ وہ مردوں کی طرح سیاسی سماجی سرگرمیاں بھی بہتر انداز میں سرانجام دے سکتی ہے۔ عورت کوئی شے مستور نہیں کہ اس کو بالکل ہی چھپا کر رکھا جائے۔ وہ حدود و قیود کے ساتھ معاشرے کی بھلائی اور بہتری کے امور سرانجام دے سکتی ہے۔ نسوانی سرگرمیوں کی انجام دہی سے شخصیت آب و تاب اور جلا پاتی ہے۔ عورت گرد و پیش سے تجربات حاصل کر کے اپنی شخصیت میں نکھار پیدا کرتی ہے اور اپنے ذمہ کے کاموں کو بہتر طریقے سے سرانجام دے سکتی ہے۔ عورت کو خدا کی طرف سے ودیعت کردہ خصوصی فرائض سے انحراف برتنے سے گریز کرنا چاہیے۔ عورت اپنی خاندانی اور معاشرتی ذمہ داریوں کو جس قدر بہتر انداز سے سرانجام دے گی اتنا ہی اس کی نسوانی شخصیت بلند مقام حاصل کرے گی۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ ذمہ داریوں کی ادائیگی ہی کی مانند حقوق کا حصول بھی ایک اہم سرگرمی ہے۔ یہ حقیقت مدِ نظر رہے کہ ذمہ داریاں ادا کرنا اور حقوق کو حاصل کرنا، دونوں امور ایک دوسرے سے گہرا تعلق رکھتے ہیں۔ دونوں ایک دوسرے سے مربوط ہیں اور دونوں ایک دوسرے کی تکمیل بھی کرتے ہیں۔ دونوں کی ادائیگی ہی بہترین نتائج کو جنم دیتی ہے۔

یہ بات اہم ہے کہ عورت کی نسوانی شخصیت کو فروغ عطا کرنے والے حقوق میں مجلس، وعظ و نصیحت میں حاضری، علوم کا حصول، شادی، افزائش نسل، گھریلو امور کی احسن ادائیگی کے ساتھ ساتھ وقت کو نکال کر ملازمت سے وابستہ ہونا، بہتر سیاسی امور اور سماجی سرگرمیوں میں شرکت کرنا وغیرہ شامل ہیں۔ عورت جو حقوق حاصل کرتی ہے وہی اس کی ذمہ داریاں اور فرائض بھی بن جاتے ہیں۔

دینِ اسلام نے عورت کے حقوق کے حوالے سے بڑا واضح طریق اختیار کیا ہے۔ عورت سماجی امور میں شریک ہونے کا حق رکھتی ہے لیکن شارح حکیم نے سماجی زندگی میں شرکت اور مردوں کے ساتھ میل جول کے کچھ آداب مقرر کر رکھے ہیں۔ عورت پر ان کی پاس داری کرنا لازم ہے تاکہ حیات کا بامقصد قافلہ رواں دواں رہے۔ نیکی اور بھلائی کے کام جاری رہیں۔

آج کی عورت پر حقوق کے حصول کے ساتھ ساتھ کئی بھاری ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں۔ جن سے عہدہ برآں ہو کر ہی وہ دنیا و آخرت میں سرخرو ہو سکتی ہے۔

8 مارچ کو عالمی یومِ خواتین منایا جاتا ہے لیکن ہمیں اس حقیقت کو تسلیم کرنا پڑے گا کہ مذہب اسلام نے 1400 سال قبل عورت کو جو مقام و مرتبہ اور عزت و تکریم عطا کی۔ جس طرح عورت کی عزت و ناموس کے تحفظ کا سامان کیا اور بطور ماں، بہن، بیوی، بیٹی اور بحیثیت انسان جو فضیلت عطا فرمائی کسی اور مذہب نے اسے یہ مقام و مرتبہ عطا نہیں کیا۔

یہ حقیقت ہے کے آج کی عورت صلاحیتوں کے استعمال میں مرد سے کسی طرح کم نہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ عورت کی صلاحیتوں سے مستفید ہونے کے لیے انھیں بھی مردوں کی طرح سہولتیں فراہم کی جائیں۔

صرف 8 مارچ کو ہی نہیں، ہمہ وقت عورت کی قیادت، قوت اور جرات کا اعتراف ضروری ہے۔ عورت سماجی، سیاسی اور معاشی زندگی میں مردوں کے شانہ بشانہ شریک ہوتی ہے۔ وہ وطن کی ترقی میں مساوی شرکت کرتی ہے۔ عورت کو بااختیار کرنے کی ضرورت ہے۔ وہ مرد سے بہتر منتظم ہے۔ صنفی مساوات سے فائدہ ہوگا نقصان نہیں۔ عورت کے متعلق سوچ کو تبدیل کی اشد ضرورت ہے۔

عورت قومی ترقی میں سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہے۔ آج خواتین معاشرے کا ساٹھ فی صد حصہ ہیں۔ قومی و بین الاقوامی سطح پر خواتین کی خدمات ناقابل فراموش ہیں۔ مسلمان عورت کا ہر روپ انوکھا اور پیارا ہے۔ آج عورت اپنی صلاحیتوں کا لوہا منوانے میں کامیاب ہو چکی ہے۔ وطن عزیز ہی کو لیجیے ملک بھر میں تعلیم و تدریس میں، جہاز رانی، فضائی میزبانی، ہوائی اڑان، انجینئرنگ، آئی ٹی ٹیکنالوجی، طب، کھیل، وکالت، فوج، اخبارات، ادب ثقافت کون سا شعبہ ہے جہاں خواتین اپنی خدمات سرانجام دے کر کامیابی کے جھنڈے نہیں گاڑ رہیں۔

یہاں اس امر کا تذکرہ ضروری ہے کہ وہ ادارے جہاں خواتین کام کر رہی ہیں، بڑی سرعت سے ترقی کی شاہراہ پر گامزن ہیں۔ وہ دن گئے جب عورت کو بزدل اور کمزور تصور کر کے دفاع وطن سے دور رکھا جاتا تھا۔ آج دفاع کے مختلف شعبوں میں عورتیں خدمات سرانجام دے رہی ہیں۔

تحریک پاکستان سے لے کر قیام پاکستان اور استحکام پاکستان تک خواتین نے عزم و ہمت کی داستانیں رقم کر کے مردوں کو ورطۂ حیرت میں ڈال کر یہ ثابت کر دیا ہے کہ وہ صلاحیتوں کے اعتبار سے مردوں سے کسی طرح بھی کم نہیں۔ ثمینہ خیال بیگ، ارفع کریم، مریم مختار شہید، بلقیس ایدھی اور ڈاکٹر رتھ فاؤ کی خدمات سے کون آگاہ نہیں۔ لیکن افسوس کہ آج کے اس باشعور اور تہذیب یافتہ معاشرے میں عورتیں گھریلو تشدد کا شکار ہیں۔ آج بھی غیرت کے نام پر عورت کا قتل ہو رہا ہے۔ عورت کی عصمت دری اور اغوا عام ہے۔ آج بھی عورت کی جبری شادی کی جا رہی ہے۔ آج بھی مرد جب چاہے عورت کا اسقاطِ حمل کروا دیتا ہے۔ عالمی جینڈر گیپ انڈیکس کی رپورٹ میں پاکستان کو کل 351 ممالک میں سے 353 واں درجہ دیا گیا ہے۔ عورتوں کو تحفظ حاصل نہیں ہے۔ حالانکہ اس کائنات میں دھنک رنگ عورت کے وجود سے ہیں۔

؎ وجود زن سے ہے تصویرِ کائنات میں رنگ
اسی کے ساز سے ہے زندگی کا سوزِ دروں
شرف میں بڑھ کے ثریا سے مشتِ خاک
کہ ہر شرف ہے اسی درج کا در مکنوں

بڑے کرب سے اس حقیقت کا اظہار بھی کرنا پڑ رہا ہے کہ آج بھی کئی قبائل اور خاندان عورت کو اس کی حقیقی اہمیت نہیں دیتے۔ اسے ووٹ کا حق حاصل نہیں، وہ الیکشن میں حصہ نہیں لے سکتی۔ وہ اپنے حقوق کے لیے آواز بلند نہیں کر سکتی، اسے ظالم شوہر کے ساتھ زندگی گزارنے پر مجبور کیا جاتا ہے اور رخصتی کے وقت ہاتھ جوڑ کر کہا جاتا ہے، وہیں زندگی گزارنی ہے ورنہ میکے والے تمھیں کفن نہیں دیں گے اور وہ اس کفن کے لیے زندہ در گور رہتی ہے۔ عورت مردوں کے شانہ بشانہ کام کرتی ہے لیکن اسے اس کا جائز معاوضہ نہیں دیا جاتا۔ اسے کام کی جگہ پر ہراسمنٹ کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

جدید ٹیکنالوجی کے اس دور میں بھی 259 ملین خواتین میں سے چند ایک کو ہی جدید ٹیکنالوجی کی سہولیات میسر ہیں۔ عورت کو Digital violence کا سامنا ہے۔ عورت کو کم تر سمجھ کر اس کی تعلیم سے صرف نظر کیا جا رہا ہے۔ اسے مرد کی جنسی تسکین کا آلہ کار سمجھا جاتا ہے۔ قرآنی تعلیمات سے انحراف کرتے ہوئے اسے حق وراثت سے محروم رکھا جا رہا ہے۔ بد قسمتی سے وطن عزیز میں ہر سال اس میں اضافہ ہی دیکھنے میں آ رہا ہے۔

ہر سال یوم خواتین پر حقوق نسواں کے لیے آواز اٹھائی جاتی ہے لیکن عملاً کوئی ٹھوس اقدامات سامنے نہیں آتے۔

ضرورت اس امر کی ہے کہ عورت کی صلاحیتوں سے مستفید ہونے کے لیے انھیں بھی مردوں کی طرح سہولتیں فراہم کی جائیں۔

قومی و بین الاقوامی سطح پر عورت کی خدمات کا اعتراف کیا جائے۔ ایسے ادارے بنائے جائیں جہاں عورت کی آواز سنی جائے۔

علاوہ ازیں عورت کے حقوق کی علم بردار تنظیموں کو چاہیے کہ وہ عورت کو بہتر سہولیات کی فراہمی کے لیے اپنا کردار ادا کریں۔

اور سب سے بڑھ کر اسلام کی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے کے لیے عملی اقدامات کیے جائیں "نازک آبگینوں کو" سڑکوں پر بینرز پکڑا کر کھڑا کرنے سے مسائل حل نہ ہوں گے۔

اس کے ساتھ ساتھ انفرادی سطح پر سب کو اپنا اپنا احتساب کرنے کی اشد ضرورت ہے۔

تبھی عالمی یوم خواتین کے مثبت ثمرات سامنے آئیں گے۔

شب برأت

دوزخ سے نجات کی رات

شبِ مغفرت، شبِ رحمت، شبِ بخشش

سعدیہ کریم، اسلامک سکالر

اللہ تعالیٰ کی رحمتیں ہر وقت بندے پر سایہ فگن رہتی ہیں اس کے دربار میں حاضری کے لیے ہر انسان خواہ وہ مرد ہو یا عورت کو عام اور کھلی اجات ہے۔ اس کے دربار میں حاضری کی کوئی شرط بھی نہیں ہے۔ اس کے دربار کی حاضری کے لیے کوئی جگہ بھی مخصوص نہیں کی گئی۔ بس انسان اپنے بستر سے اٹھے اور اس سے رابطہ قائم کرلے۔ اس کے دربار میں حاضر ہوجائے البتہ وقت مخصوص ہے اور وہ وقت مقدار کے اعتبار سے اتنا زیادہ ہوتا ہے کہ کسی کو محرومی کی شکایت نہیں ہوسکتی کہ میں تو پورے وقت پر مولا کی بارگاہ میں پہنچا لیکن میری باری نہیں آئی۔ یہ تو وہ دربار ہے جہاں ہر ایک کو فوری توجہ ملتی ہے اور یکساں ملتی ہے۔ درجات تو ہر انسان کی ہمت، محنت اور ریاضت کے اعتبار سے حاصل ہوتے ہیں لیکن توجہ فوری اور پوری ملتی ہے اور کسی آنے والے کو کبھی بارگاہ مولا سے خالی نہیں موڑا جاتا۔

پورے سال میں ایک رات ایسی آتی ہے جس میں روزانہ کے دربار کا دورانیہ بڑھا دیا جاتا ہے۔ اس رات میں اللہ تعالیٰ اپنی رحمتوں اور بخششوں کے مزید اضافوں کے ساتھ اس دورانیے کو مسلسل پوری رات کے لیے قائم فرمادیتا ہے۔ یہ رات شعبان المعظم کی پندرھویں رات ہوتی ہے اور عرف عام میں اسے ’’شبِ برأت‘‘ کہا جاتا ہے۔ قرآن مجید میں اس رات کا تذکرہ ان الفاظ میں آیا ہے کہ:

فِیْهَا یُفْرَقُ كُلُّ اَمْرٍ حَكِیْمٍ۔ (الدخان، ۴۴: ۴)

’’اس (رات) میں ہر حکمت والے کام کا (جدا جدا) فیصلہ کر دیا جاتا ہے۔‘‘

حضرت ابن عباسؓ نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا کہ: ’’اس رات میں لکھ دیا جاتا ہے کہ اس سال میں کتنا رزق دیا جائے گا، کتنے لوگ مریں گے، کتنے لوگ زندہ رہیں گے، کتنی بارشیں ہوں گی حتیٰ کہ لکھ دیا جاتا ہے کہ فلاں فلاں شخص حج کرے گا۔‘‘

حضرت عکرمہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’ایک شعبان سے دوسرے شعبان تک زندگی کی مدتیں منقطع ہوجاتی ہیں، حتیٰ کہ ایک شخص نکاح کرتا ہے اور اس کے ہاں بچہ پیدا ہوتا ہے اور اس کا نام مردوں میں لکھا ہوتا ہے۔‘‘

ابوالضحیٰؒ فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: ’’بے شک اللہ تعالیٰ نصف شعبان کی رات کو معاملات کے فیصلے فرماتا ہے اور لیلۃ القدر میں ان فیصلوں کو ان کے اصحاب کے سپرد کر دیتا ہے۔ اس رات میں ایک سال سے دوسرے سال تک دنیا کے معاملات کی تقسیم کی جاتی ہے۔‘‘

ان تمام احادیث سے یہ واضح ہوجاتا ہے کہ نصف شعبان المعظم کی رات ہی شبِ برأت ہے۔ اس رات میں اللہ تعالیٰ کے دربار میں اس کی رحمت اپنے عروج پر ہوتی ہے اور بنو کلب میں پائی جانے والی بکریوں کی کھالوں پر موجود بالوں کی تعداد کے برابر انسانوں کی مغفرت کر دی جاتی ہے۔

گناہوں سے مغفرت کی رات۔ آیاتِ قرآنی سے استدلال

نصف شعبان المعظم کی رات کو اللہ تعالیٰ کے دربار میں پہنچنے والوں کی مغفرت کردی جاتی ہے۔ اس بات کی تائید و توثیق مزید قرآنی آیات سے بھی ہوتی ہے جیسا کہ سورہ الزمر میں ہے کہ:

قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓي اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ۔

"آپ فرما دیجیے: اے میرے وہ بندو! جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کر لی ہے، تم اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہونا، بے شک اللہ سارے گناہ معاف فرما دیتا ہے، وہ یقینا بڑا بخشنے والا، بہت رحم فرمانے والا ہے۔"(الزمر،۳۹: ۵۳)

سورہ آل عمران میں ہے کہ:

وَسَارِعُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ ۙ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ۔ (آل عمران،۳: ۱۳۳)

"اور اپنے رب کی بخشش اور اس جنت کی طرف تیزی سے بڑھو جس کی وسعت میں سب آسمان اور زمین آجاتے ہیں، جو پرہیزگاروں کے لیے تیار کی گئی ہے۔"

اسی طرح سورہ الرعد میں ارشاد ہوا ہے کہ:

وَاِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ مَغْفِرَةٍ لِّلنَّاسِ عَلٰى ظُلْمِهِمْ ۚ وَاِنَّ رَبَّكَ لَشَدِيْدُ الْعِقَابِ۔ (الرعد،۱۳: ۶)

" بے شک آپ کا رب لوگوں کے لیے ان کے ظلم کے باوجود بخشش والا ہے اور یقینا آپ کا رب سخت عذاب دینے والا (بھی) ہے۔"

یہ تمام آیات شبِ برأت کی فضیلت پر دلالت کرتی ہیں اور ان سے پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر کتنا مہربان ہے کہ اگر بندے ہزاروں گناہ کرنے کے باوجود اپنے رب کے سامنے شرمندہ اور تائب ہو جائیں تو وہ ان کے سارے گناہ معاف کرنے پر قادر ہے۔

کثرت مغفرت سے متعلق صحیح احادیث

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اس ذات کی قسم جس کے قبضہ و قدرت میں میری جان ہے، اگر تم لوگ گناہ نہ کرو گے تو اللہ تعالیٰ تم کو لے جائے گا اور ایسے لوگوں کو لائے گا جو گناہ کریں گے اور اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کریں گے تو اللہ عزوجل ان کو بخش دے گا۔''

اس حدیث پاک کو بیان کرنے کا مقصد یہ تھا کہ انسان کے دل میں اللہ تعالیٰ کے عفو اور اس کی مغفرت کا پہلو اجاگر کیا جائے کیونکہ مغفرت کی وجہ ہوگی تو مغفرت کی جائے گی۔ اس گناہ کا مقصد گناہ کی ترغیب دینا نہیں کیونکہ گناہ کرنے سے تو اللہ تعالیٰ بار بار منع فرماتا ہے اور انبیاء کرامؑ کی بعثت کا مقصد بھی انسانوں کو گناہوں سے باز رکھنا تھا۔ یہاں یہ سمجھنا ضروری ہے کہ انسان گناہوں سے بچتا رہے اور نیکیاں کرتا رہے، پھر بھی یہ سمجھتا رہے کہ اس نے عبادت کا حق ادا نہیں کیا اور اللہ تعالیٰ کا پورا شکر ادا نہیں کیا۔ اس پر اپنے آپ کو گناہگار سمجھتا رہے اور اللہ تعالیٰ سے کامل شکر ادا کرنے پر معافی مانگتا رہے۔ یہی اس حدیث کا مطلب ہے اور اگر انسان نیکیاں کرکے خود کو استغفار سے مستغنی سمجھے گا تو ایسے لوگوں کے لیے فرمایا کہ اللہ انھیں لے جائے گا اور ایسے لوگوں کو لائے گا جو گناہوں سے اجتناب کرنے اور نیکیاں کرنے کے باوجود اللہ تعالیٰ سے ڈریں گے اور اس سے استغفار کرتے رہیں گے۔

شب برأت میں کثرت مغفرت کے متعلق احادیث صحیح

حضرت عائشہ صدیقہؓ روایت کرتی ہیں کہ ایک رات میں نے رسول اللہ ﷺ کو گم پایا، میں باہر نکلی تو دیکھا کہ آپ بقیع کے قبرستان میں تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تمھیں یہ خطرہ تھا کہ اللہ اور اس کا رسول تم پر ظلم کریں گے؟ میں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! میں نے یہ گمان کیا تھا کہ شاید آپ اپنی دوسری ازواج کے پاس گئے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ بے شک اللہ عزوجل نصف شعبان کو آسمان دنیا کی طرف اپنی شان کے مطابق

نازل ہوتا ہے اور قبیلہ کلب کی بکریوں کے بالوں کی تعداد سے زیادہ لوگوں کے گناہ معاف کر دیتا ہے۔

حضرت علی ابن ابی طالبؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب نصف شعبان کی رات ہو تو اس میں قیام کرو اور اس کے دن میں روزہ رکھو کیونکہ اللہ عزوجل اس رات میں غروب شمس سے آسمان دنیا کی طرف نازل ہوتا ہے۔ پس فرماتا ہے سنو! کوئی بخشش طلب کرنے والا ہے تو میں اس کو بخش دوں، سنو! کوئی مصیبت زدہ ہے تو میں اس کو عافیت سے رکھوں، وہ یونہی فرماتا رہتا ہے حتیٰ کہ فجر طلوع ہو جاتی ہے۔

حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ عزوجل شعبان کی نصب شب کو متوجہ ہوتا ہے اور تمام مخلوق کو بخش دیتا ہے، ماسوا مشرک اور کینہ پرور کے۔

حضرت عثمان بن ابی العاصؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جب نصب شعبان کی شب ہوتی ہے تو ایک منادی ندا کرتا ہے کہ ہے کوئی بخشش طلب کرنے والا ہے تو میں اس کو بخش دوں، ہے کوئی سائل تو میں اس کو عطا کر دوں۔ پس جو شخص بھی سوال کرتا ہے اس کو اللہ تعالیٰ اسے ضرور سنتا ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اے عائشہ تم جانتی ہو کہ اس رات میں کیا ہوتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اس رات میں اس سال اولاد آدم سے ہر پیدا ہونے والے کا نام لکھ لیا جاتا ہے اور اس سال اولاد آدم سے ہر مرنے والے کا نام لکھ لیا جاتا ہے اور اس رات میں لوگوں کے اعمال اوپر لے جائے جاتے ہیں اور اس سال کا ان کو رزق نازل کیا جاتا ہے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ! کیا کوئی شخص بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت کے بغیر جنت میں داخل نہیں ہو گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں کوئی بھی اللہ کی رحمت کے بغیر جنت میں داخل نہیں ہو گا۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ بھی نہیں؟ تو آپ ﷺ نے اپنا ہاتھ اپنے سر پر رکھ کر تین مرتبہ فرمایا: میں بھی نہیں الا یہ کہ اللہ عزوجل مجھے اپنی رحمت کے ساتھ ڈھانپ لے۔

خطیب بغدادی نے اپنی سند کے ساتھ حضرت عائشہ صدیقہؓ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ چار راتوں میں خیر کو کھولتا ہے، بقر عید کی رات، عید الفطر کی رات، نصف شعبان کی رات جس میں لوگوں کی زندگیوں اور رزق کے متعلق لکھا جاتا ہے اور اس میں حج کرنے والے کا نام لکھا جاتا ہے اور عرفات کی شب میں فجر کی اذان تک۔

ان تمام احادیث مبارکہ سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ شب برأت، گناہوں سے نجات کی رات ہے اور گناہوں کی نجات توبہ سے ہوتی ہے۔ اس لیے اس مبارک رات میں کثرت سے توبہ و استغفار کرنا لازمی ہے۔ احادیث مبارکہ میں اس بات کی صراحت موجود ہے کہ اس رات میں استغفار کرنے کی بہت زیادہ فضیلت اور قبولیت ہے۔ اللہ تعالیٰ اس رات میں اپنے بندوں کے تمام گناہوں کو معاف فرما دیتا ہے۔ اس لیے اس رات میں اپنے لیے اور اپنے والدین اور اعزہ و اقارب کے لیے دعا لازمی مانگی جائے تمام مرحومین کے لیے بھی دعائے مغفرت ضرور کی جائے کیونکہ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے: وہ ایک نیک بندے کا جنت میں ایک درجہ بلند فرمائے گا، وہ بندہ کہے گا: اے میرے رب! مجھے یہ درجہ کہاں سے ملا، اللہ عزوجل فرمائے گا، تیرے بیٹے کے تیرے لیے استغفار کرنے کی وجہ سے تیرا درجہ بلند کیا گیا۔

اسی طرح حضرت عبداللہ بن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: قبر میں مردہ اس طرح ہوتا ہے جس طرح دریا میں ڈوبنے والا اپنے بچاؤ کے لیے فریاد کر رہا ہو، وہ مردہ اپنی قبر میں باپ، ماں، بھائی یا دوست کی دعا کا انتظار کر رہا ہوتا ہے کہ کوئی اس کے لیے دعائے مغفرت کرے، پھر جب اسے کسی کی دعا پہنچ جاتی ہے تو وہ دعا اسے دنیا اور مافیہا سے زیادہ محبوب ہوتی ہے اور بے شک اللہ تعالیٰ زمین والوں کی دعاؤں سے قبر والوں پر پہاڑوں کی مثل ہدیے داخل فرماتا ہے اور مردوں کے لیے زندوں کا ہدیہ ان کے لیے دعائے مغفرت کرنا ہے۔

یہ حدیث مبارکہ بھی اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ شبِ برأت میں اپنے مرحومین کی مغفرت کے لیے بھی کثرت سے دعا

کرنی چاہیے جیسا کہ خود حضور نبی اکرم ﷺ بھی جنت البقیع میں تمام مرحومین کی مغفرت کی دعا فرماتے تھے۔ انسان کو خود بھی اس رات میں کثرت سے اپنے گناہوں کی معافی مانگنی چاہیے۔

حضرت عبداللہ بن بسرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اس شخص کو مبارک ہو جس کے نامہ اعمال میں استغفار کی کثرت ہے۔(سنن ابن ماجہ)

حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ یہ دعا فرماتے تھے کہ اے اللہ! مجھے ان لوگوں میں سے بنادے جو کوئی نیک کام کرتے ہیں خوش ہوتے ہیں اور جب کوئی برا کام کرتے ہیں تو استغفار کرتے ہیں۔ انسان کو توبہ پر اصرار کرنا چاہیے اور ہر وقت اور ہر حال میں اور خصوصی طور پر شبِ برأت میں استغفار کی کثرت کرنی چاہیے اور دعا کے قبول نہ ہونے سے بیزار نہیں ہونا چاہیے بلکہ مسلسل دعا کرتے رہنا کا حکم ہے۔

علامہ اسماعیل حقی حنفی توبہ کے اصرار سے متعلق لکھتے ہیں کہ ایک بوڑھا آدمی ایک نوجوان کے ساتھ حج کرنے کے لیے گیا، بوڑھے نے احرام باندھا اور لالبیک یعنی تیری حاضری قبول نہیں۔ نوجوان نے بوڑھے سے کہا: کیا تم یہ جواب نہیں سن رہے؟ بوڑھے نے کہا میں تو ستر سال سے یہی جواب سن رہا ہوں۔ نوجوان نے کہا کہ پھر تم ہر سال کیوں حج کرنے آتے ہو جبکہ اللہ قبول نہیں فرمارہا؟ وہ بوڑھا رو کر کہتا ہے پھر میں کس کے دروازے پر جاؤں؟ مجھے رد کیا جائے یا قبول کیا جائے میں نے تو یہیں آنا ہے۔ اس گھر کے سوا میری اور کوئی پناہ نہیں ہے۔ پھر غیب سے آواز آئی کہ جاؤ تمہاری ساری حاضریاں قبول ہوگئیں۔

اس واقعہ سے ترغیب ملتی ہے کہ شبِ برأت کے عبادت گزاروں اور توبہ کرنے والوں کو چاہیے کہ اس رات بار بار اللہ کے حضور اپنی ندامت اور توبہ پیش کرتے رہیں اور اپنے گناہوں کی معافی مانگتے رہیں کیونکہ حضور نبی اکرم ﷺ اس رات کو بقیع کے قبرستان میں جاتے مردوں کے لیے مغفرت طلب کرتے اور امت کی بخشش کے لیے دعائیں کرتے تھے اور اپنی ذات کے لیے بھی توبہ واستغفار کرتے رہتے۔

شبِ برأت میں حضور اکرم ﷺ کی دعا

حضرت عائشہ صدیقہؓ روایت کرتی ہیں کہ نصف شعبان المعظم کی رات حضور نبی اکرم ﷺ سجدے میں یہ دعا مانگ رہے تھے میرا جسم اور ذہن تیرے لیے سجدہ ریز ہے اور میرا دل تجھ پر ایمان لا چکا ہے اور یہ میرا وہ ہاتھ ہے جس سے میں نے اپنے اوپر زیادتی کی ہے، سوائے عظیم! عظیم گناہ کو تو عظیم رب ہی معاف کر سکتا ہے۔ پس تو میرے عظیم گناہ کو معاف فرمادے۔ حضرت عائشہؓ نے کہا پھر آپ ﷺ اپنا سر اٹھا کر یہ فرمارہے تھے کہ اے اللہ تو مجھے ایسا دل عطا فرما جو پاکباز ہو، برائی سے بری ہو نہ کافر ہو نہ شقی ہو پھر آپ ﷺ دوبارہ سجدہ میں گئے اور یہ دعا کی کہ میں تجھ سے اس طرح دعا کرتا ہوں جس طرح میرے بھائی داؤد نے دعا کی تھی: اے میرے مالک میں اپنا چہرہ خاک آلود کرتا ہوں اور تمام چہروں کا حق یہی ہے کہ وہ اس کے چہرے کے سامنے خاک آلودہ ہوں۔ پھر آپ نے اپنا سر اٹھایا تو میں نے کہا کہ آپ ﷺ پر میرے ماں باپ فدا ہوں۔ آپ کس وادی میں ہیں؟ اور میں کس وادی میں تھی؟ آپ ﷺ نے فرمایا اے حمیراء کیا تم جانتی ہو کہ یہ رات نصف شعبان کی رات ہے اور بے شک اس رات میں اللہ تعالیٰ قبیلہ کلب کی بکریوں کے بالوں سے زیادہ لوگ دوزخ سے آزاد فرمائے گا۔ پھر آپؐ نے فرمایا کہ چھ آدمیوں کی اس رات بھی بخشش نہیں ہوگی عادی شرابی، ماں باپ سے قطع تعلق کرنے والا، زنا پر اصرار کرنے والا، رشتہ داروں سے تعلق توڑنے والا، تصویر بنانے والا اور چغل خور۔

ان تمام احادیث و روایات سے یہ پتہ چلتا ہے کہ نصف شعبان المعظم کی رات ہی شبِ برأت ہے یعنی گناہوں سے نجات کی رات ہے۔ اس رات میں کثرت سے استغفار کرنا اور اللہ تعالیٰ کے حضور اپنی عاجزی پیش کرنا ہمارے نبی کریم ﷺ کی سنت ہے اور ہمیں بھی اپنی زندگیوں میں شبِ برأت کی قدر کرنی چاہیے اور اللہ تعالیٰ سے سچے دل سے اپنے گناہوں کی بخشش اور مغفرت طلب کرنی چاہیے۔

سیدنا امام حسینؓ کا یومِ ولادت باسعادت

5 شعبان 6 ہجری کو نواسہ رسول ﷺ سیدنا امام حسینؓ کے نورِ وجود سے مدینۃ النبی ﷺ کے بام و در روشن و منور ہوئے۔

دہر میں بن کے وہ آیات جلی آئے ہیں
گلشن زہرا میں با مثل کلی آئے ہیں
لو آج ہوگئی تکمیل پنجتن ضیغم
جہاں میں آج حسین ابن علی آئے ہیں

مرسلِ اعظم ﷺ کی عظیم بیٹی حضرت فاطمہ زہراء سلام اللہ علیھا اور امیر المومنین حضرت علی ابن ابی طالبؓ کے پاکیزہ گھر میں نسلِ نبوت و امامت کے ذمہ دار امام حسینؓ کی آمد کی خبر سے حضور نبی اکرم ﷺ کا دل شاد ہوا اور اس خبر سے آپ کے مبارک چہرے اور لبوں پر تسکین پھیل گئی۔

آنکھوں میں نور دل کا اُجالا حسین ہیں
سرکارِ دوجہاں کا حوالہ حسین ہیں
قربان راہِ حق میں بہتر کو کر دیا
یوں جان دی کہ آج بھی زندہ حسین ہیں
تسکینِ قلب مولیٰ علی ان کی ذات ہے
نورِ نگاہِ فاطمہ زہرا حسین ہیں
صرف ایک حر کی ذات سے ثابت یہ ہوگیا
گرتے ہوؤں کو جس نے سنبھالا حسین ہیں
صد ہا سلام تم پہ شہیدانِ کربلا
مرنے سے تم کو جس نے بچایا حسین ہیں
سرکار کے نواسوں کے ہیں نام لیوا ہم
سرکار اُن کے، اپنا سہارا حسین ہیں
خاکی گدائے آلِ نبی ہوں یہ فخر ہے
آقا حسین ہیں مرے آقا حسین ہیں

(عزیز الدین خاکی)

پانی قدرت کا ایک عظیم عطیہ ہے اور تمام مخلوقات کے لیے ناگزیر ہے۔اس کے بغیر زندگی کا تصور ممکن نہیں۔زندگی کا دارومدار پانی پر ہے، ماہرین کا کہنا یہ بھی ہے کہ دنیا میں برپا ہونے والی تیسری بڑی عالمی جنگ پانی پر ہوگی۔اگر ہم اس عالمی مسئلے پر قابو پانا چاہتے ہیں تو ہمارے دوسرے مسائل کی طرح اس کا حل بھی ہمیں حضور اکرم ﷺ کی مبارک تعلیمات میں تلاش کرنا ہوگا۔

پانی کے اسراف کی ممانعت

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ سعد بن ابی وقاصؓ کے پاس سے گزرے، اس حال میں کہ وہ وضو کر رہے تھے تو آپ ﷺ نے فرمایا: یہ اسراف کیوں ہے؟ تو حضرت سعدؓ نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول ﷺ، کیا وضو میں بھی اسراف ہوتا ہے؟ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: جی ہاں! اگرچہ تم بہتی نہر پر ہی (وضو کیوں نہ کر رہے) ہو۔

حدیث پر غور کرنے سے پتا چلتا ہے کہ اگر اسراف سے بچیں تو ہم اپنے اس مسئلے پر قابو پا سکتے ہیں۔ کیونکہ اسراف ہی ایک ایسی بیماری ہے جو بڑی سے بڑی نعمت کو وقت سے پہلے ختم کر دیتی ہے۔اس لیے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں جابجا اسراف سے بچنے کی تاکید فرمائی ہے۔

پانی سے وابستہ چار نظام

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَسَلَكَهٗ يَنَابِيْعَ فِى الْاَرْضِ ثُمَّ يُخْرِجُ بِهٖ زَرْعًا مُّخْتَلِفًا اَلْوَانُهٗ ثُمَّ يَهِيْجُ فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَجْعَلُهٗ حُطَامًا ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِاُولِي الْاَلْبَابِ۔

(اے انسان!) کیا تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے آسمان سے پانی برسایا، پھر زمین میں اس کے چشمے رواں کیے، پھر اس کے ذریعے کھیتی پیدا کرتا ہے جس کے رنگ جداگانہ ہوتے ہیں، پھر وہ (تیار ہو کر) خشک ہو جاتی ہے، پھر (پکنے کے بعد) تو اسے زرد دیکھتا ہے، پھر وہ اسے چورا چورا کر دیتا ہے، بے شک اس میں عقل والوں کے لئے نصیحت ہے۔ (الزمر: 21)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے پانی سے وابستہ ان چار نظاموں کا ذکر فرمایا جن کے ہونے سے زندگی موجود ہے اور نہ ہونے سے زندگی مفقود۔یہ نظام درج ذیل ہیں:

1. بارش کا پانی۔
2. زیرزمین پانی کے ذخائر کا نظام۔
3. زراعت کا نظام۔
4. زراعت کے نتیجے میں انسانوں اور جانوروں کی خوراک کا نظام۔

عمومی تصور ہے کہ پانی قدرت کا عظیم تحفہ ہے، پانی جو نہ صرف انسانی زندگی کی بقا کیلئے ضروری ہے بلکہ جانوروں، چرند پرند، درختوں، پودوں اور پھولوں کے پھلنے پھولنے کے لئے بھی اہم ترین جزو ہے۔ طبّی ماہرین کے مطابق انسانی جسم میں 66 فیصد حصہ پانی کا ہے۔

آسمان سے بارش کے ذریعے پانی برستا ہے جو زیر زمین ذخائر میں تبدیل ہو جاتا ہے، وہاں سے زراعت کے کام آتا ہے۔ کھیتیاں جب پک کر سوکھتی ہیں تو انسانوں کو دانہ ملتا ہے اور زرد بنتی ہیں تو بھس بنتی ہیں جس سے جانوروں کو خوراک میسر ہوتی ہے۔ اس لیے پانی انسانی زندگی کا نہایت اہم غذائی جزو ہے۔

پانی انسانی جسم کے لیے بھی زندگی ہے

ہمارا دو تہائی جسم پانی ہی پر مشتمل ہے۔ پانی جسم انسانی کی بناوٹ اور اس کی مشینری کے اندر افعال انجام دینے میں نہایت اہم کردار ادا کرتا ہے۔ اس کی غیر موجودگی یا کمی کی صورت میں انسانی جسم مختلف خرابیوں سے دوچار ہو جاتا ہے۔ پانی کے ذریعے انسانی جسم میں درج ذیل افعال بخوبی انجام پاتے ہیں۔ یہ خون کو مائع حالت میں رکھنے میں مددگار بنتا ہے۔ غذا کو بڑی آنت کے ذریعے جذب کرنے میں مدد دیتا ہے۔ پانی کی مناسب مقدار کے باعث جسم کا درجۂ حرارت ہر موسم میں معمول پر رہتا ہے۔ یہ جسم سے فاضل مادوں کو خارج کرتا ہے۔

پانی انسانی جسم اور جلد کے لیے بھی زندگی ہے

جلد جسم کا ایک اہم حصہ ہے جو کہ زیادہ تر پانی سے بنا ہوا ہوتا ہے۔ جلد کے خلیات بنیادی طور پر پانی سے ڈھکے ہوتے ہیں۔ اگر ان خلیوں کو کافی مقدار میں پانی نہیں ملتا ہے تو، جلد خشک ہو جائے گی اور جھریاں پڑنے کا زیادہ امکان ہو گا۔ پانی کے بغیر جلد بہترین طریقے سے کام نہیں کر سکتی۔ اگر جلد کو وافر مقدار میں پانی نہیں ملتا ہے، تو نہ صرف یہ خشک اور تنگ ہو جاتی ہے، بلکہ یہ عمر بڑھنے کے اثرات بھی وقت سے پہلے نمایاں ہونا شروع ہو جاتے ہیں۔ ہمارا جسم ہر روز بڑی مقدار میں پانی کھو دیتا ہے، اس لیے اگر زیادہ پانی نہیں پیئیں گے جلد کو اس کے نتائج بھگتنا پڑیں گے۔ اگر ایک دن میں کم از کم آٹھ مکمل گلاس پانی ہمارے معمول میں شامل نہیں ہے، تو یہ جلد کے لیے ایک بڑا مسئلہ بن سکتا ہے۔ جلد کی صحت کے لیے اس کا مناسب طریقے سے ہائیڈریٹ رہنا بہت ضروری ہے۔ پانی نہ صرف آپ کے ہاضمے اور خون کی گردش میں اہم کردار ادا کرتا ہے بلکہ یہ آپ کی جلد کی صحت اور خوبصورتی کے لیے بھی بہت ضروری ہے۔ یہ خوبصورتی کے سب سے آسان اور بہترین علاج میں سے ایک ہے جو ہم کر سکتے ہیں۔

موجودہ دور میں جن چیزوں میں بھی قحط اور قلت کا اندیشہ ہے، ان میں اعتدال تدارک کا بڑا اور اہم ذریعہ ہے، اگر احتیاط اور اعتدال کا سہارا لیا جائے تو بڑی حد تک پانی کی کمی کے اندیشے دور ہو سکتے ہیں۔ بہ حیثیت مسلمان ہمیں یہ بھی احساس ہونا چاہیے کہ ہمارا رب ہم پر نظر رکھے ہوئے ہے کہ ہم اس کی نعمتوں کا استعمال کیسے کرتے ہیں۔ پانی بھی اللہ کی نعمتوں میں سے ایک ہے اور اس کا بے دریغ استعمال اور اس میں عدم اعتدال اسراف بے جا ہے اور یقیناً اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے اس بارے میں نہ صرف حساب لے گا، بلکہ اس کے اسراف پر سزا بھی دے گا۔ بہ حیثیت مسلمان ہمیں اپنی ذمے داریوں کو محسوس کرتے ہوئے پانی کے بے دریغ اور ناجائز استعمال کی روک تھام کرنی چاہیے۔ پانی کا استعمال جہاں دیگر مقامات پر غیر محتاط انداز میں نظر آتا ہے، وہیں بد قسمتی سے مساجد میں وضو خانوں پر بعض افراد نل کھول کر بھول جاتے ہیں کہ پانی مستقل بہہ رہا ہے۔ یہ بھی اسراف اور پانی کا غیر ضروری استعمال ہے۔

22مارچ کو پاکستان سمیت دنیا بھر میں پانی کا عالمی دن منایا جاتا ہے تاکہ عوام الناس میں پانی کی اہمیت کو اجاگر کیا جاسکے۔اس دن کا آغاز 1992 میں برازیل کے شہر ریوڈی جنیریو میں اقوامِ متحدہ کی ''ماحول اور ترقی'' کے عنوان سے منعقدہ کانفرنس کی سفارش پر ہوا تھا۔پانی ہمارے گھروں، خوراک، ثقافت، صحت، تعلیم، معاشیات اور ہمارے قدرتی ماحول کی سالمیت کے لیے بہت بڑی اور پیچیدہ قیمت رکھتا ہے۔

عمومی تصور ہے کہ پانی قدرت کا عظیم تحفہ ہے، پانی جو نہ صرف انسانی زندگی کی بقا کیلئے ضروری ہے بلکہ جانوروں، چرند پرند، درختوں، پودوں اور پھولوں کے پھلنے پھولنے کے لئے بھی اہم ترین جزو ہے۔طبّی ماہرین کے مطابق انسانی جسم میں 66 فیصد حصہ پانی کا ہے۔اسی طرح یہ بھی کہا جاتا ہے کہ 71 فیصد کرہ ارض بھی پانی پر ہی مشتمل ہے۔اقوام متحدہ کے اعداد و شمار کے مطابق دنیا میں 2.1 ارب انسان پینے کے صاف پانی سے محروم ہیں۔ہر 4 میں سے 1 سکول میں پینے کا پانی دستیاب نہیں ہے۔روزانہ 766 بچے پانچ سال کی عمر تک پہنچنے سے قبل ہی ڈائریا کا شکار ہو کر موت کے منہ میں چلے جاتے ہیں۔دنیا بھر کے 86 فیصد افراد جو دیہاتوں میں آباد ہیں غیر صحتمندانہ ذرائع سے پانی حاصل کر کے استعمال کر رہے ہیں۔159 ملین لوگ تالابوں اور ندی نالوں سے پانی حاصل کرتے ہیں۔دنیا بھر میں 766 ملین افراد کو شدید پانی کی کمی سے 2636 تک بے گھر ہونے کا خطرہ بھی لاحق ہو چکا ہے۔دیکھا جائے تو ایک طرف جہاں پانی زندگی کی بنیادی اکائی ہے وہاں دوسری طرف پانی کی کمیابی اور آلودگی، صحت مند زندگی کے لئے شدید خطرہ ہیں۔

دنیا بھر کی طرح پاکستان کو بھی ماحولیاتی آلودگی، موسمیاتی تبدیلیوں، گلوبل وارمنگ، پانی کی آلودگی اور کمی جیسے مسائل نے اپنی لپیٹ میں لے رکھا ہے۔ان مسائل نے انسان کی اقتصادی اور معاشرتی زندگی ہی نہیں بلکہ اس کی صحت کو بھی بری طرح متاثر کر رکھا ہے۔آلودہ پانی نہ صرف انسانوں بلکہ جانوروں اور پودوں کے لئے بھی بہت خطرناک ہے۔ایک اندازے کے مطابق پاکستان کی 85 فیصد آبادی پینے کے صاف پانی سے محروم ہے۔گھروں کے نل میں آنے والا پانی ہو یا ٹیوب ویلز، فلٹریشن پلانٹس ہوں یا پھر بوتلوں کا پانی (منرل واٹر) صحت کے لئے مضر ہوتے جا رہے ہیں۔زیر زمین سیوریج لائنز اور صاف پانی کی پائپ لائنز مل جانے کی وجہ سے بھی پانی آلودہ ہو رہا ہے۔

موجودہ دور میں جن چیزوں میں بھی قحط اور قلت کا اندیشہ ہے، ان میں اعتدال تدارک کا بڑا اور اہم ذریعہ ہے، اگر احتیاط اور اعتدال کا سہارا لیا جائے تو بڑی حد تک پانی کی کمی کے اندیشے دور ہو سکتے ہیں۔

سیوریج سسٹم کے نقائص تو ایک طرف ہمارے ملک کے ندی، نالے، نہریں، دریا، جھیلیں اور سمندر بھی آلودہ ہوتے جا رہے ہیں۔دوسری طرف جدید صنعتوں نے بھی پانی کی آلودگی کو بڑھانے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔پاکستان میں صاف پانی کی کمی اور نکاسی آب کا مناسب نظام نہ ہونے کی وجہ سے بیماریاں بڑھتی جا رہی ہیں۔ہر سال آلودہ پانی پینے سے سینکڑوں افراد ٹائفائیڈ، ہیضہ، اسہال، ہیپاٹائٹس اے اور ای جیسی موذی بیماریوں کا شکار ہو جاتے ہیں۔ایک محتاط اندازے کے مطابق اس وقت ملکی معیشت کا ڈیڑھ فیصد اسپتالوں میں پانی سے پیدا ہونے والی بیماریوں کے علاج پر خرچ ہو رہا ہے۔پانی میں کیلشیم، نمکیات، منرلز، فلورائیڈ اور آئرن ایسے مفید عناصر کے ساتھ ساتھ آرسینک یعنی سنکھیا جیسے مضر صحت عناصر بھی موجود ہوتے ہیں۔جدید دنیا میں مفید اور مضر صحت عناصر کی موجودگی کا پتہ لگانے کے لئے پانی کو لیبارٹری سے ٹیسٹ کروانا ضروری تصور کیا جاتا ہے۔

پاکستان میں پانی کی قلت ایک بڑا خطرہ

پاکستان میں پانی کی قلت ایک بڑا خطرہ ہے جس کے شواہد موجود ہیں۔سوال یہ ہے کہ یہ کتنا بڑا خطرہ ہے؟ یہ کتنی تیز رفتاری سے بڑھ رہا ہے؟ اور ہمیں اس سے نمٹنے یا اس سے بچنے کے لیے کیا کرنا چاہیے؟ یہ وہ سوالات ہیں جن کے جوابات جتنی جلدی ہو سکے معلوم کر لیے جائیں، اس سے پہلے کہ بہت دیر ہو جائے۔عالمی مالیاتی ادارے کے مطابق دنیا بھر کے ممالک جن کو پانی کی

قلت کا سامنا ہے اس فہرست میں پاکستان تیسرے نمبر پر ہے۔ اس کے ساتھ ہی یواین ڈی پی اور پاکستان کونسل آف ریسرچ ان واٹر ریسورسز کے مطابق پاکستان 2625 تک پانی کی قلت کا شکار ہو جائے گا۔ محققین کا یہ بھی کہنا ہے کہ اگر صورت حال ایسی ہی رہی اور اقدامات نہ اٹھائے گئے تو 2646 تک پاکستان جنوبی ایشیا میں سب سے زیادہ پانی کی قلت سے متاثر ملک ہو جائے گا۔ یہ اعداد و شمار اور تحقیق پہلی بار نہیں کی گئی بلکہ بارہا اس بات کو اجاگر کیا جا چکا ہے۔ 2616 میں پاکستان کونسل آف ریسرچ ان واٹر ریسورسز نے اپنی رپورٹ میں کہا تھا کہ پاکستان 1996 میں واٹر سٹریس لائن تک پہنچ گیا تھا اور 2665 میں پانی کی قلت کی لائن عبور کر لی تھی۔

پاکستان میں پانی کی قلت کی کئی وجوہات بتائی جا رہی ہیں۔ پاکستان کونسل آف ریسرچ ان واٹر ریسورسز کے مطابق آبادی میں تیزی سے اضافہ، پانی کو ذخیرہ کرنے کی کمی اور زیر زمین پانی کا بے دریغ استعمال ان میں شامل ہیں۔ پاکستان میں تین بڑے ڈیموں میں اوسط نو فیصد پانی ذخیرہ کرنے کی صلاحیت موجود ہے جبکہ دنیا بھر میں یہ اوسط 46 فیصد ہے۔ اگر اب بھی ہمیں ایسا لگتا ہے کہ پاکستان میں پانی کی قلت مستقبل قریب کا مسئلہ نہیں ہے تو ہمیں بطور قوم ایک بار پھر سوچنا پڑے گا۔ پانی کی قلت ایک ٹائم بم ہے اور خدانخواستہ جس دن یہ پھٹا تو 22 کروڑ عوام کو پانی کی قلت کا سامنا ہو گا۔ وجہ یہ نہیں ہے کہ پاکستان کے پاس پانی نہیں ہے بلکہ اصل وجہ یہ ہے کہ ہم پانی کے وسائل کو اہمیت نہیں دے رہے اور اس حوالے سے اقدامات نہیں اٹھا رہے۔ ورلڈ بینک کی رپورٹ کے مطابق پاکستان میں پانی بڑی مقدار میں موجود ہے اور دنیا میں صرف 35 ایسے ممالک ہیں جن کے پاس پاکستان سے زیادہ پانی کے وسائل ہیں، لیکن پانی کے وسائل کو مینیج نہیں کیا جا رہا اور بڑھتی آبادی موجودہ وسائل پر مزید دباؤ ڈال رہی ہے۔ ایک طرف پانی کے وسائل کو ہم صحیح طور پر مینیج نہیں کر رہے تو دوسری جانب موسمیاتی تبدیلی ناقابل تغیر بارشوں، قحط اور سیلاب کی صورت میں ہمارے موجودہ نظام پر مزید دباؤ ڈال رہی ہے۔ پاکستان کا شمار ان 16 ممالک میں ہوتا ہے جو موسمی تبدیلی سے شدید متاثر ہیں۔

جلد کے خلیات بنیادی طور پر پانی سے ڈھکے ہوتے ہیں۔ اگر ان خلیوں کو کافی مقدار میں پانی نہیں ملتا ہے تو، جلد خشک ہو جائے گی اور جھریاں پڑنے کا زیادہ امکان ہو گا۔ پانی کے بغیر جلد بہترین طریقے سے کام نہیں کر سکتی۔ اگر جلد کو وافر مقدار میں پانی نہیں ملتا ہے، تو نہ صرف یہ خشک اور تنگ ہو جاتی ہے، بلکہ یہ عمر بڑھنے کے اثرات بھی وقت سے پہلے نمایاں ہونا شروع ہو جاتے ہیں۔

پانی کی قلت اب بھی حکومت کے ریڈار پر نہیں آئی ہے۔ اس حوالے سے کسی قسم کی مربوط پالیسی یا بیانیہ سامنے نہیں آیا ہے۔ وقت نکلتا جا رہا ہے۔ ملک کے 22 کروڑ عوام 2625 تک شاید 25 کروڑ ہو چکی ہو گی۔ 2625 وہ سال ہے جس کے بارے میں کہا جا رہا ہے کہ پاکستان مطلق پانی کی قلت کا شکار ہو جائے گا۔ مطلق پانی کی قلت سے صرف پاکستان کے ریگستانی علاقوں میں رہنے والے ہی متاثر نہیں ہوں گے بلکہ وہ آبادی بھی متاثر ہو گی، جو ملک کے شمالی علاقوں میں رہتے ہیں جہاں پانچ ہزار سے زائد گلیشیئرز ہیں۔

پانی کے بے دریغ استعمال میں جہاں اجتماعی اقدامات کی ضرورت ہے وہیں انفرادی کردار بھی ناگزیر ہے۔ پانی کے عالمی دن کے موقع پر قارئین کی توجہ اس تحریر کے ذریعے اس اہم مسئلہ پر دلوا رہے ہیں کہ جس قدر ممکن ہو سکے ہمیں پانی کو ضائع کرنے خود بھی بچنا ہو گا اور اپنے ارد گرد موجود لوگوں کو بھی آگہی فراہم کر کے اس کے کی بچت کو یقینی بنانا ہو گا تاکہ اپنے پیارے وطن پاکستان کو پانی کی قلت سے محفوظ رکھا جا سکے۔ یہاں ضرورت اس امر کی ہے کہ اس عمل میں دوسروں کی جانب دیکھنے کے بجائے پہلا قدم خود اٹھانا ہو گا۔

عورت معاشرے کی اکائی ہے۔ عورت معاشرے کا وہ ستون ہے کہ جس کے بغیر معاشرہ پروان نہیں چڑھ سکتا۔ معاشرے میں عورت کا کردار باحیا ہے اور اسی میں ہی عورت کی خوبصورتی پوشیدہ ہے۔ حیا کا تعلق عورت کے لباس، رنگ، ذات، جسم، یا خون سے ہر گز نہیں ہے بلکہ اس کا تعلق اس کے دل اور روح سے ہے۔ جسم کا وہ پاکیزہ حصہ کہ جس میں اللہ عزوجل رہتا ہے کہ وہ روح جو انسان کو انسانیت، محبت اور باہمی یکجہتی سکھاتی ہے۔ باکردار وہ عورت ہے کہ جس کے دل اور روح میں اللہ اور محرم رشتوں کے علاوہ اور کسی کی محبت نہیں بستی

کامیاب انسان وہ ہے کہ جو دل کے رشتوں پر خون کے رشتوں کو اہمیت دے۔ عورت ایک نہایت نازک شے ہے مگر معاشرہ عورت کے بغیر نامکمل ہے۔ معاشرے میں عورت کا کردار بہت اہم ہے اور اس کی ذمہ داریاں بھی بہت زیادہ ہیں۔ معاشرے میں ایک عورت کی حیثیت درج ذیل جہتوں سے واضح کی گئی ہے۔

بحیثیت ماں

اسلام سے قبل (عورت) ماں کی معاشرے میں کوئی عزت نہ تھی۔ اسے پاؤں کی مٹی کی دھول سمجھا جاتا تھا۔ اسلام نے اسی ماں کے قدموں کی دھول میں جنت رکھ دی یہاں تک کہ اولاد پر بھی سب سے پہلا حق اس کی ماں کو حاصل ہوا۔ اولاد کا فرض ہے کہ اپنے ماں باپ کی خدمت واتباع کریں اور جب وہ بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو ان کے جذبات واحساسات کا خاص طور پر خیال رکھا جائے اور جب وہ انتقال کر جائیں تو ان کے لیے مغفرت کی دعا کریں۔

تونگر وہ لوگ ہیں جن کی ماں حیات ہیں۔

ایک فرمانبردار بیوی کا فرض ہے کہ وہ اپنے شوہر کی اطاعت و فرمانبرداری کرے، اس پر ان کے ماں باپ کی خدمت کرنا فرض نہیں ہے لیکن اگر وہ ایسا کرے گی تو یہ ان پر احسان ہے۔ ایک ماں ہی ہے جو اپنے بچے کو رہبر بناتی ہے اور ایک ماں ہی ہے کہ جو اپنے بچے کو غلام بناتی ہے، اس کا انحصار صرف اس کی سوچ اور تربیت پر ہے۔

بیٹی کا کردار:

اسلام سے قبل بیٹیوں کو مفلسی کے ڈر سے قتل کر دیا جاتا تھا یا انھیں زندہ در گور کر دیا جاتا تھا۔ بیٹی کی پیدائش ان کے لیے ایک شرمندگی کا باعث بنتی۔ لوگ کئی کئی مہینے بیٹی کی پیدائش کا سوگ منایا کرتے تھے۔ لوگ بیٹی کو زحمت سمجھا کرتے تھے مگر اسلام نے بیٹی کو رحمت قرار دیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ

”جب میں بیٹی کو پیدا کرتا ہوں تو میں اس کے باپ کا بازو بن جاتا ہوں مگر جب میں بیٹے کو پیدا کرتا ہوں تو اس کو باپ کا بازو بناتا ہوں۔“

والدین کے اوپر اولاد کے مندرجہ ذیل حقوق ہیں:

اچھے طریقے سے زندگی گزارنے کا

۲۔بنیادی ضروریات (مثلاً لباس، خوراک، رہائش)

۳۔حسب مقدور جدید تعلیم وتربیت کا بندوبست کرنے کا

ان تمام فرائض میں سب سے اہم تعلیم وتربیت ہے۔

بحیثیت بیوی:

ایک بیوی ہی ہے کہ جو اپنے گھر کو جنت جیسا خوبصورت و دلکش اور جہنم جیسا بد اور دردناک بنا سکتی ہے۔ایک بیوی ہی ہے جو گھر اور معاشرے کا نظام بہتر چلا سکتی ہے کیونکہ وہ اپنے آپ کی پرورش و تربیت کے مطابق اپنے بچے کی تربیت اس سے بہتر طریقے سے کرنے کی کوشش کریں گے اور معاشرہ ان کی چال اور ان کے چلن کو اپنانے کی بہترین کوشش کر کے اسے مزید ترقی دے سکتا ہے۔نیک شریک حیات کا ملنا کسی نعمت سے کم نہیں ہے۔قرآن مجید میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتے ہیں کہ :

”پھر جو عورتیں نیک ہیں، سو اطاعت گزار ہیں۔“

اللہ تعالیٰ نے عورت کی نسبت مرد کو ایک درجہ زیادہ مقام دیا ہے۔ایک بیوی اپنے شوہر کی بہترین راز داں ہوتی ہے اور وہ شوہر کو مزید خوبصورت اس وقت لگتی ہے، جب وہ اپنے شوہر کی باتوں کا ذکر کسی اور سے نہیں کرتی اور انھیں راز رکھتی ہے۔

بحیثیت بہن:

بہن کا رشتہ ایک بھائی کے لیے ایک نہایت خوبصورت احساس ہے۔ایک بہن ہی ہے جو اپنے بھائیوں کو پلکوں پر بٹھا کر رکھتی ہے۔چاہے وہ ان سے کتنا ہی جھگڑا کر لیں مگر ان کا پیار کبھی بھی کم نہیں ہوتا کیونکہ بھائی اور بہن دونوں ہی ایک دوسرے کی جان، شان اور آن ہوتے ہیں۔ایک بہن ہی ہے جو ماں کے بعد بھائی کی فکر کرتی ہے اور اس کی کفالت کرتی ہے۔ایک بھائی ہی ہے جو ہمیشہ اپنی بہن کا محافظ بن کر اس کے ساتھ رہتا ہے۔ ایک بھائی ہی ہے کہ جو اپنی عزت وو قار بہن کے حوالے کرتا ہے اور بہن اس کی عزت کا ہمیشہ خیال رکھتی ہے تاکہ وہ فخر سے سر بلند کر کے چل سکے۔

بحیثیت استاد:

اسلام نے عورت کو مکمل اجازت دی ہے کہ وہ اسلام کی حدود میں رہتے ہوئے کوئی بھی کام کر سکتی ہے۔عورتوں کے لیے پڑھانا ایک بہترین اور عمدہ شعبہ ہے اور یہ سنت بھی ہے کیونکہ حضرت عائشہؓ بھی 022 سے زائد صحابہ کرامؓ کو پڑھایا کرتی تھی۔ استاد کی حیثیت ایک درخت کی سی ہے جو طلبہ کو اپنے سائے میں محفوظ رکھتا ہے اور انھیں پروان چڑھتا دیکھ کر خوش ہوتا ہے۔استاد وہ ہے کہ جو اپنے طلبہ کو اپنے آگے سے بڑھتا دیکھ کر خوش ہوتا ہے۔استاد ہی ہے جو طلبہ کی کامیابی کو اپنی کامیابی سمجھتا ہے اور حسد نہیں کرتا۔

معلم ہے جس قوم کا پیشہ حاکم بھی وہاں کے ہیں طلبہ

بحیثیت طلباء:

اسلام میں خواتین و حضرات کو ہر دور کی عمر میں تعلیم حاصل کرنے کو کہا گیا ہے۔حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ

”پنگھوڑے سے لے کر قبر تک علم حاصل کرو۔“

ایک عورت بحیثیت طالب علم خلوص والی ہوتی ہے وہ علم جو انسان کو نفع بخشے وہ علم ہی حقیقی علم ہے۔علم سے انسان میں عاجزی آتی ہے نہ کہ غرور و تکبر۔

اللھم انی سالك علما نافعا و رزقا طیبا وعملا متقبلا۔

”اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں، نفع دینے والے علم کا، حلال و پاکیزہ روزی اور قبول ہونے والے کام کا۔“

جس طرح دیگر انبیاء کرام کی دعائیں ہیں ہمارے پیارے نبی حضرت محمد ﷺ کی دعا رب زدنی علما ہے الٰہی میرے علم میں اضافہ فرما۔

المختصر عورت کی معاشرہ میں ہمہ جہت حیثیت ہے۔ معاشرہ عورت کے بغیر نامکمل ہے، کامل نہیں ہے۔عورت ایک بے حد خوبصورت اللہ کی تخلیق ہے۔اسے اپنی حدود میں رہتے ہوئے ہر کام کرنے کی مکمل اجازت دی گئی ہے۔اسلام ہی ہے کہ جس نے عورت کو ہر دور میں عزت بخشی اور رسوائی سے محفوظ رکھا۔ایک عورت ہی ہے کہ جو آسانی سے ہر شے پر قابو پا سکتی ہے۔عورت کو اسلام میں بھی اعلیٰ مقام حاصل ہے عورت کی عزت ہم سب پر فرض ہے۔

قائداعظمؒ نے نسلِ نو کو مستقبل کا معمار کہا

حکیم الامت نے بانیٔ پاکستان کو انمول قرار دیا

یومِ پاکستان کے سہ روزہ اجلاس نے نئی تاریخ رقم کی

ڈاکٹر انیلہ مبشر

بیسویں صدی دنیا بھر میں سامراجی قوتوں سے آزادی حاصل کرنے کی صدی ہے۔ برصغیر پاک وہند میں قرارداد پاکستان مسلمانانِ ہند کی آزادی کی تحریک کا سنگِ میل ہے۔ مسلم لیگ کا ستائیسواں سالانہ اجلاس لاہور منٹو پارک 22تا24مارچ 1940ء کو منعقد کیا گیا۔ اس سہ روزہ اجلاس کی صدارت قائداعظم محمد علی جناحؒ نے فرمائی۔ بنگال کے وزیراعلیٰ اے۔کے فضل الحق نے قرارداد پیش کی۔اس کی تائید چوہدری خلیق الزماں اور دوسرے صوبائی زعمائے کرام نے کی اور مسلمانانِ ہند کے لیے ایک الگ خطِ ارض کے حصول کو مسلمانوں کی منزل قرار دیا گیا۔ قائداعظم نے اپنے صدارتی خطبے میں پاکستان سے متعلق بنیادی نظریہ کی تشریح وتوضیح نہایت مدلل اور بلیغ انداز میں فرمائی اور تحریک پاکستان کے پس منظر اور پیش منظر کی روشنی میں دو قومی نظریے کی توجیہ کی۔ یقیناً اس نشانِ منزل کے حصول کی جدوجہد تاریخ کے ایک صبر آزما، تدریجی اور ارتقائی عمل کا نتیجہ ہے۔ جسے ہندوستان میں مسلمانوں کے ہزار سالہ دورِ اقتدار سے لے کر عہد زوال کے ریگزاروں میں شاہ ولی اللہؒ کی علمی، مذہبی و اصلاحی تحریک، سرسید احمد خان کی مصلحانہ قافلہ سالار علامہ اقبال کے تخیل کی بلند پروازی اور قائد کے سیاسی فکروعمل کی تخلیقی صلاحیت سے عبارت کیا جاسکتا ہے۔

23 مارچ 1940ء کا دن بجا طور پر ”یوم پاکستان“ کہلاتا ہے جب قائد کی قیادت میں تقریباً پچاس ہزار سے ایک لاکھ کے مجمع نے اپنے لیے ایک واضح راہ متعین کی۔ یوم پاکستان نے مسلم حیات ومعاشرت پر گہرے اثرات مرتب کیے۔اس دن کی پہچان بہت سے حوالوں سے اہم ہے مگر اس کا سب سے اہم اور معتبر حوالہ جو آئندہ برسوں میں روزِ روشن کی طرح نمایاں ہوا وہ قائد اور مسلم نوجوانوں کے اٹوٹ رشتے کا ایک انمول حوالہ ہے۔ طلبہ نے پاکستان کے پیغام کو ایک نئے جوش اور ولولے سے پورے ملک میں پھیلا دیا۔ اس مرحلے پر ہندوؤں کا ردِ عمل بہت ہیجانی تھا انھوں نے پوری قوت اور شدت سے اس نظریے کی مخالفت کی خاص طور پر ہندو پریس نے قراردادِ لاہور کو ”قراردادِ پاکستان“ کا نام دیا اور اسے حقارت، تضحیک اور تمسخر کا نشانہ بنایا۔ ان حالات میں مسلم طلبہ اور نوجوان آگے بڑھے، پاکستان ان کا نصب العین اور عقیدہ تھا۔ انھوں نے اپنے جوان جذبوں، عزم و ہمت کے ساتھ قائد کا ہر اول دستہ بننا قبول کیا اور آزادی کے خونچکاں سفر میں سالارِ قافلہ کے دست و بازو بنے۔

قائداعظم نئی نسل کو مستقبل کا معمارِ قوم گردانتے تھے۔ سیاسی زندگی کی ابتدا سے ہی آپ نوجوان طبقے کی طرف خاص میلان رکھتے تھے۔ آپ کا خیال تھا کہ اصلاحات، ذہنی آزادی اور انقلابی قوت اونچے طبقے میں نہیں بلکہ عوام کے جذبوں کو ابھارنے سے پیدا

ہوتی ہے اور نئی نسل اس خدمت کو بہتر طور پر انجام دے سکتی ہے۔ ملی بیداری کے لیے نئی نسل بڑی جانفشانی جفاکشی اور مسلسل جدوجہد سے ایک عظیم انقلاب برپا کر سکتی ہے۔ ان کی سوچ کی اڑان اونچی ہوتی ہے وہ اپنے لیے نئے افق کی تلاش میں ہوتے ہیں ان کے فکر وشعور کو صرف ایک خاص سمت دینے کی ضرورت ہوتی ہے۔ اسی لیے قائداعظم نوجوان سے بہت پر امید تھے۔

برصغیر پاک وہند کے سیاسی اور معروضی حالات میں نوجوان نسل اور طلبہ کو مخلص رہنما، لیڈر اور آئیڈیل کی تلاش تھی۔ 1940ء تک علامہ اقبال جو ایک عظیم شاعر اور سیاسی رہنما تھے انتقال کر چکے تھے۔ آپ نوجوانوں میں اپنی شاعری کے حوالے سے بہت مقبول تھے اور وہ آپ پر اعتماد بھی کرتے تھے۔ علامہ اقبال قائداعظم کے بہت معتقد تھے وہ قائداعظم کو اپنا رہنما تصور کرتے تھے۔ انھوں نے قوم کو پیغام دیا تھا کہ مسلمانوں کو چاہیے کہ جناح کے ہاتھ مضبوط کریں اور لیگ میں شامل ہو جائیں۔ مسٹر جناح کے سوا کوئی شخص مسلمانوں کی قیادت کا اہل نہیں۔ آپ کا فرمانا تھا۔

”مسٹر جناح کو خدا تعالیٰ نے ایک ایسی خوبی عطا کی ہے جو آج ہندوستان کے کسی مسلمان میں مجھے نظر نہیں آتی ان کی خوبی ہے کہ وہ بد عنوان ہیں اور نہ انھیں خریدا جا سکتا ہے۔“

انھوں نے قائداعظم کو ایک خط میں تحریر کیا: مسٹر جناح! آپ واحد شخص ہیں جو اسلامی ہندوستان کو اس سیلاب سے بچا سکتے ہیں جو 1935ء کے آئینِ حکومت ہند کے عقب میں آرہا ہے۔“

اقبال کی قائد شناسی کے اب تک مسلم نوجوان بھی قائل ہو چکے تھے اور وہ قائداعظم کو ایک عظیم رہبر کی حیثیت سے دیکھتے اور اپنا نجات دہندہ سمجھتے تھے۔ قائد بھی نوجوانوں میں چھپی ہوئی خوابیدہ صلاحیتوں کی قدر کرتے تھے۔ آپ نے 13 نومبر 1939ء کو فرمایا:

”میں طلبہ وطالبات کے دلوں میں چھپی ہوئی جواں امنگوں کے تازہ چشموں کو چھونا چاہتا ہوں کیونکہ یہی وہ مردانِ عمل ہیں جو آئندہ ہماری قوم کی تمناؤں کا بوجھ اٹھائیں گے۔“

قرار دادِ پاکستان کی منظوری سے تین برس پہلے مسلم طلبہ نے ایک بہت سرگرم اور مستعد تنظیم ”مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن“ (MSF) کے نام سے 1937ء میں قائم کی۔ اس کے محرک علی گڑھ کالج کے ایک ممتاز طالب علم محمد نعمان تھے۔ مشہور طالب علم رہنما حمید نظامی اس کے پہلے صدر اور ڈاکٹر عبدالسلام خورشید اس کے جنرل سیکرٹری منتخب ہوئے۔ اس کا پہلا آئین ڈاکٹر علامہ محمد اقبال نے مرتب کیا۔ اس کی ضلعی بنیادوں پر شاخیں بنادی گئیں تاکہ مسلمانوں میں معاشرتی اور سیاسی شعور کو عوامی سطح پر متحرک کیا جا سکے۔ اس کی مقبولیت کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ ہر طالب علم کی خواہش ہوتی کہ وہ MSF کا ممبر بنے اور مسلم لیگ کو مضبوط کرے۔

مسلم لیگ کے تاریخی اجلاس میں شرکت کے لیے قائداعظم 21 مارچ 1940ء کو فرنٹیر میل سے لاہور پہنچے ان کی آمد سے 36 گھنٹے پہلے لاہور میں خاکساروں پر فائرنگ کا واقعہ ہو چکا تھا۔ جس کی وجہ سے شہر کی فضا سوگوار تھی مگر آپ کی آمد پر نوجوان طلبہ کا جوش و خروش قابل دید تھا۔ قائداعظم زندہ باد کے فلک شگاف نعروں سے فضا گونج رہی تھی۔ پنجاب کے نوجوانوں کی ایک بڑی جمعیت ریلوے سٹیشن پر جمع تھی اور ان کی خواہش تھی کہ وہ قائداعظم کو (فٹسن) کھلی گاڑی میں خود کھینچ کر جلوس کی صورت میں ان کی اقامت گاہ تک لے کر جائیں گے مگر آپ نے اسے پسند نہ فرمایا اور میو ہسپتال میں زخمی خاکساروں کی عیادت کی۔ 22 مارچ اجلاس کے روز خوش قامت نوجوان باقاعدہ مارچ کرتے ہوئے اپنے جلوس میں آپ کو پر شکوہ پنڈال میں لائے اور ڈائس تک پہنچایا۔ سہ روزہ اجلاس کے انتظامات میں نوجوانوں نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ اجلاس کے خاتمے کے بعد قائداعظم نے ایم ایس ایف کے پنجاب ونگ سے اسلامیہ کالج ریلوے روڈ لاہور میں خطاب کیا اور طلبہ کو ہندوؤں کے منظم پروپیگنڈا کی طرف متوجہ کرتے ہوئے عوامی سطح پر پاکستان کے پیغام کو پذیرائی دینے کے لیے اس کی نشرواشاعت پر زور دیا۔

MSF کی تمام ضلعی شاخیں پاکستان کے پیغام کو عام کرنے اور قائد کے فرمان پر من و عن عمل کرنے کے لیے ہر وقت تیار رہتی تھیں۔ مثلاً MSF کانپور کے جنرل سیکرٹری نذیر حسین کاظمی نے طلبہ کو پیغام ارسال کیا کہ قائداعظم اور علامہ اقبال نے ہمارے سامنے جو مقصدِ حیات رکھا ہے ہمیں اسے حرزِ جاں بنانا ہے۔ پاکستان کا حصول ہماری دینی و دنیاوی ضرورت بن گیا ہے جن کے بغیر مسلمانانِ ہند کی زندگیاں بے معنی اور بے کار ثابت ہوں گی۔ ہمیں دنیا کو باور کروانا ہے کہ ہم خواب غفلت سے بیدار ہو چکے ہیں اور ہم کسی بھی ظلم پر خاموش نہیں رہیں گے۔

قائداعظم کے پاس جب بھی وقت ہوتا وہ MSF کے سالانہ اجلاس میں ضرور شرکت کی کوشش کرتے اور انھیں مطالعہ اور مطالعہ کے ساتھ ساتھ پاکستان اور اسلامی ثقافت کی تشہیر، طلبہ کی باہمی تعلقات استوار کرنے پر زور دیتے۔ چنانچہ نوجوان اور عوامی سطح پر پاکستان کے پیغام کی نشر و اشاعت اور آگاہی کے لیے MSF کے طلبہ نے پاکستان کانفرنس منعقد کرنے کا فیصلہ کیا۔ اس سلسلے میں ایک واقعہ قابل ذکر ہے کہ 5 جولائی 1941ء کو طلبہ کے زیر اہتمام لائل پور میں پاکستان کانفرنس منعقد کی گئی لیکن طلبہ کو سخت مایوسی ہوئی جب سر سکندر حیات خان نے صدارتی تقریر میں قائداعظم اور پاکستان کے خلاف نفرت آمیز جذبات کا اظہار کیا۔ اس کے جواب میں طلبہ نے 17 جولائی کو ایک اور پاکستان کانفرنس بلائی جس کی صدارت مولانا ظفر علی خان اور طلبہ رہنما عبدالستار نیازی نے کی اور پاکستان سے متعلق منفی پروپیگنڈا کا ازالہ کیا اور پنڈال پاکستان زندہ باد اور قائداعظم زندہ باد کے نعروں سے گونجتا رہا۔ 1944ء میں پاکستان سے متعلق عوامی شعور کو اجاگر کرنے کے لیے پنجاب کے چار مختلف شہروں میں پاکستان کانفرنس منعقد کی گئیں جن میں لاہور، سیالکوٹ، راولپنڈی اور امر تسر شامل تھے۔

اسلامیہ کالج ریلوے روڈ پنجاب میں MSF کی سرگرمیوں کا مرکز تھا۔ حبیبہ ہال میں مباحثے اور تقاریر کا سلسلہ جاری رہتا۔ ٹٹوریل سرگرمیوں کے ساتھ ساتھ (Study circles) یعنی پاکستان سے متعلق آگاہی کے تعلیمی پروگرام بھی جاری رہتے۔ پمفلٹ چھپوا کر تقسیم کیے جاتے کہ مسلم لیگ کی سرگرمیاں کانگرس کے مقابلے میں مسلمانوں کے حق میں کس طرح سے بہتر ہیں۔ یہاں تک کہ طلبہ نے محلے کی سطح پر اخبارات باآواز بلند پڑھ کر سنانے کا سلسلہ بھی جاری کیا۔ ان اخبارات میں شہباز احسان، نوائے وقت، مشرق اور زمیندار شامل ہوتے تاکہ غریب عوام کو حالاتِ حاضرہ سے آگاہ کیا جا سکے۔ طلبہ نے چھوٹے چھوٹے گروپ بنا کر کوچہ و بازار، دکانوں اور گھروں سے مسلم لیگ کے لیے چندہ جمع کرنا بھی شروع کر دیا۔ طلبہ کی وارفتگی کا یہ عالم تھا کہ انھوں نے 46-1945ء کے انتخابات کو مسلمانوں کی حیات و موت کا مسئلہ قرار دے دیا۔ یہ مصرع تو زبانِ زدِ عام تھا کہ

مسلم ہے تو مسلم لیگ میں آ

شہر ہو یا دیہات، گلی ہو یا محلہ ہر جگہ ان نعروں کی گونج تھی۔ پاکستان کا مطلب کیا، لا الہ الا اللہ

مسلم لیگ مسلمانوں کی واحد نمائندہ جماعت ہے اور مسلم لیگ کی انتخابات میں کامیابی پاکستان کی کامیابی ہے۔ چنانچہ عوامی رابطہ مہم میں مسلم لیگ کے لیے ووٹ کی اہمیت سے عوام الناس کو آگاہ کیا گیا۔ نوجوانوں کی شب و روز محنت سے مسلم لیگ انتخابات میں ایک نئی سیاسی قوت بن کر ابھری اور کامیابی کے باوجود جب پنجاب میں مسلم لیگ کا راستہ روکنے کی کوشش کی گئی تو طلبہ نوجوانوں نے سول نافرمانی کی تحریک چلائی جس میں خواتین نے بھی بڑی سرگرمی دکھائی اور فاطمہ صغریٰ نامی ایک باہمت لڑکی نے سول سیکرٹریٹ لاہور کی عمارت سے برطانوی جھنڈا اتار کر اس کی جگہ سبز ہلالی پرچم لہرا دیا۔ چنانچہ 1940ء سے 1947ء کے ہنگامہ خیز دور میں قائداعظم اور مسلم لیگ کی فتح اور مقبولیت میں مسلم طلبہ اور طالبات کے جواں جذبوں اور گرم لہو کی روانی کو نظر انداز نہیں کر سکتے جو باطل کی قوتوں کے سامنے سینہ سپر ہو گئے۔

استقبالِ رمضان

(عزیز بلگامی۔ بنگلور، انڈیا)

ہم استقبال کرتے ہیں۔۔۔ بلند اقبال کرتے ہیں
اے رمضان۔۔۔! تیری آمد کا ہم استقبال کرتے ہیں
دلوں کا تجھ پہ ظاہر آج پھر احوال کرتے ہیں
اے رمضان۔۔۔! تیری آمد کا ہم استقبال کرتے ہیں
جو تو آجائے گا تو، رونقیں چھائیں گی ہر جانب
غذا وقتِ سحر کھائے گا روزہ دار متناسب
گھٹا چھائے گی رحمت کی سحر سے لے کے تا مغرب
شبوں میں بیچ سجدہ ریزیوں کے، ہوں گے سب تائب
تری خدمت میں اے رمضان عرضِ حال کرتے ہیں
اے رمضان۔۔۔! تیری آمد کا ہم استقبال کرتے ہیں
تراویح و نماز و اعتکاف ونفل کے چرچے
زکوۃ و فطر و صدقات و عیدالفطر کے تحفے
نمازیں قدر کی شب میں، تلاوت آفریں لمحے
کتاب، حق کے پڑھنے کی صدا، قرآن کے نغمے
انہیں کے درمیاں ہم نیتِ اعمال کرتے ہیں
اے رمضان۔۔۔! تیری آمد کا ہم استقبال کرتے ہیں
بڑھاپا عیش میں ڈوبا ہوا ہے، تیری آمد ہے
جوانی بدچلن ہے، بے حیا ہے، تیری آمد ہے
خود انساں آدمیت کا خدا ہے، تیری آمد ہے
خدا ناراض ہے، ہم سے خفا ہے، تیری آمد ہے
جرائم کا ہم اپنے سارے، پھر اقبال کرتے ہیں
اے رمضان۔۔۔! تیری آمد کا ہم استقبال کرتے ہیں

آمدِ ماہِ صیام وقیام پر دُختران اسلام کا خصوصی پیغام

اے بھلائی کے طالب آگے بڑھ

معزز قارئین! ہمارے سروں پر ایک ایسا مہینہ سایہ فگن ہو رہا ہے جو اپنی عظمت میں اپنی مثال آپ ہے۔ خوش نصیب ہے وہ جو اس مبارک ماہ کی قدر جانے اور اس کی برکات سمیٹنے کے لیے بھرپور کوشش کرے۔

ماہِ رمضان نفسیاتی طور پر انسان پر بہت گہرے اور مثبت اثرات مرتب کرتا ہے۔ اس ماہِ مبارک میں سب سے ضروری کام نفس کی تربیت کا ہے۔ روزہ نفس پر نہ صرف کنٹرول سکھاتا ہے بلکہ خواہش نفس سے بچاتا ہے۔ جس سے نفس کے فاسد میلانات اور خواہشات پر غلبہ پا کر عزم وارادے کو قوت پہنچتی ہے۔

آیئے دختران اسلام کے ساتھ مل کر اس عزیز ترین مہینے کا استقبال اس کے شایانِ شان طریقے سے کریں اور رمضان کریم سے پہلے اپنے معاملات کا تعین ایسے کرلیں کہ زیادہ سے زیادہ وقت عبادت کے لیے فارغ ہو سکے اور اس ماہِ نور کو اپنے رب کو راضی کرتے ہوئے اپنی نجات کا باعث بنالیں۔

حضور نبی اکرم ﷺ اس مبارک مہینے کو خوش آمدید کہہ کر اس کا استقبال فرماتے اور صحابہ کرام سے سوالیہ انداز میں تین بار دریافت کرتے:

مَاذَا يَسْتَقْبِلُكُمْ وَتَسْتَقْبِلُوْنَ؟

"کون تمہارا استقبال کر رہا ہے اور تم کس کا استقبال کر رہے ہو؟"

ماہِ نورِ ہدایت کا استقبال بھرپور انداز میں کرکے نبی اکرم ﷺ کی سنتِ مبارکہ کو زندہ کریں اور اس تصور کے ساتھ اپنے اندر شادمانی محسوس کریں کہ آپ کے اس عمل اور خوشی سے رحمت اللعالمین ﷺ خوش ہیں۔

ثناء وحید
ایڈیٹر دختران اسلام
سائیکالوجسٹ

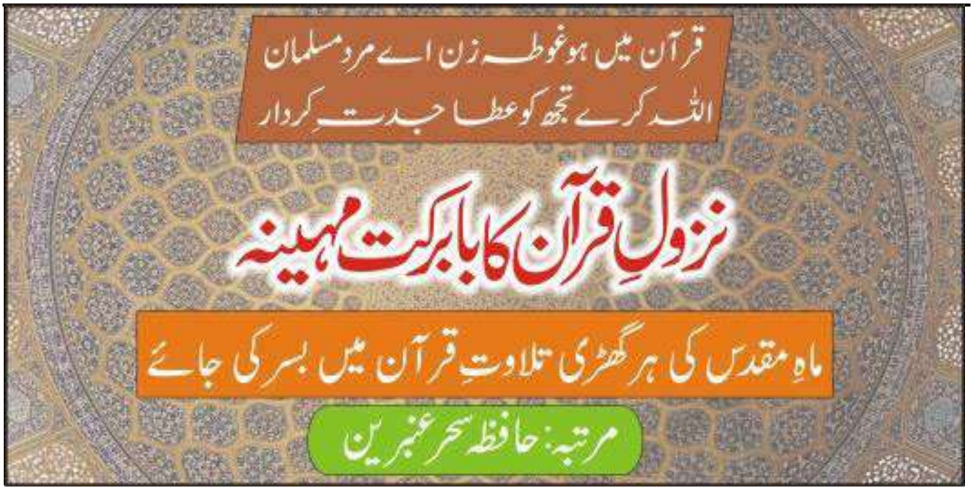

ماہِ رمضان کے روزے رکھنا ہر مسلمان، بالغ، عاقل، صحت مند، مقیم، مرد و عورت پر فرض ہے، جس کی ادائیگی کے ذریعہ خواہشات کو قابو میں رکھنے کا ملکہ پیدا ہوتا ہے اور وہی تقویٰ کی بنیاد ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا:

”اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کیے گئے ہیں جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیے گئے تھے، تاکہ تم متقی بن جاؤ۔“ (البقرۃ:۱۸۳)

”لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ“ میں اشارہ ہے کہ زندگی میں تقویٰ پیدا کرنے کے لیے روزہ کا بڑا اثر ہے۔ اسی ماہِ مبارک کی ایک بابرکت رات میں قیامت تک آنے والے تمام انسانوں کی رہنمائی کے لیے اللہ تعالیٰ کی کتاب قرآن کریم سماء دنیا پر نازل ہوئی، جس سے استفادہ کی بنیادی شرط بھی تقویٰ ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد قرآن کریم میں ہے: ” یہ کتاب ایسی ہے کہ اس میں کوئی شک نہیں، یہ ہدایت ہے متقیوں یعنی اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والوں کے لیے۔“

غرض رمضان اور روزہ کے بنیادی مقاصد میں تقویٰ مشترک ہے۔

قرآن اور رمضان کی پہلی اہم مشترک خصوصیت تقویٰ ہے، جیسا کہ قرآن کریم کی آیات کی روشنی میں ذکر کیا گیا۔ دوسری مشترک خصوصیت شفاعت ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

”روزہ اور قرآن کریم دونوں بندہ کے لیے شفاعت کرتے ہیں۔ روزہ عرض کرتا ہے کہ: یا اللہ! میں نے اس کو دن میں کھانے پینے سے روکے رکھا، میری شفاعت قبول کر لیجیے، اور قرآن کہتا ہے کہ: یا اللہ! میں نے رات کو اس کو سونے سے روکا، میری شفاعت قبول کر لیجیے، پس دونوں کی شفاعت قبول کر لی جائے گی۔“

(رواہ احمد والطبرانی فی الکبیر والحاکم وقال صحیح علی شرط مسلم)

تیسری خصوصیت جو رمضان اور قرآن دونوں میں مشترک طور پر پائی جاتی ہے، وہ قربِ الٰہی ہے، یعنی اللہ تعالیٰ کے کلام کی تلاوت کے وقت اللہ تعالیٰ سے خاص قرب حاصل ہوتا ہے، ایسے ہی روزہ دار کو بھی اللہ تعالیٰ کا خاص قرب حاصل ہوتا ہے کہ روزہ کے متعلق حدیثِ قدسی میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:” میں خود ہی روزہ کا بدلہ ہوں۔“ مضمون کی طوالت سے بچنے کے لیے قرآن و رمضان کی صرف تین مشترک خصوصیات کے ذکر پر اکتفاء کیا گیا ہے۔

قرآن کریم کو رمضان المبارک سے خاص تعلق اور گہری خصوصیت حاصل ہے، چنانچہ رمضان المبارک میں اس کا نازل ہونا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا رمضان المبارک میں تلاوتِ قرآن کا شغل نسبتاً زیادہ رکھنا، حضرت جبرئیل علیہ السلام کا رمضان المبارک میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن کریم کا دور کرانا، تراویح میں ختمِ قرآن کا اہتمام کرنا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور بزرگانِ دین کا رمضان میں تلاوت کا خاص اہتمام کرنا، یہ سب امور اس خصوصیت کو ظاہر کرتے ہیں۔ لہٰذا اس ماہ میں کثرت سے تلاوتِ قرآن میں مشغول رہنا چاہیے۔ ماہِ رمضان کا

قرآن کریم سے خاص تعلق ہونے کی سب سے بڑی دلیل قرآن کریم کا ماہِ رمضان میں نازل ہونا ہے۔ اس مبارک ماہ کی ایک بابرکت رات میں اللہ تعالیٰ نے لوحِ محفوظ سے سماءِ دنیا پر قرآن کریم نازل فرمایا اور اس کے بعد حسبِ ضرورت تھوڑا تھوڑا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوتا رہا اور تقریباً ۲۳ سال کے عرصہ میں قرآن مکمل نازل ہوا۔ قرآن کریم کے علاوہ تمام صحیفے بھی رمضان میں نازل ہوئے، جیساکہ مسند احمد میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: مصحف ابراہیمی اور تورات وانجیل سب کا نزول رمضان میں ہی ہوا ہے۔

سورۃ العلق کی ابتدائی چند آیات ''اِقْرَأْ بِسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ....'' سے قرآن کریم کے نزول کا آغاز ہوا۔ اس کے بعد آنے والی سورۃ القدر میں بیان کیا کہ: قرآن کریم رمضان کی بابرکت رات میں اترا ہے، جیساکہ سورۃ الدخان میں ہے:

''اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ'' (الدخان: ۳)

یعنی ''ہم نے اس کتاب کو ایک مبارک رات میں اتارا ہے۔'' اور سورۃ البقرہ میں ہے:

''شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ'' (البقرۃ: ۱۸۵)

یعنی ''رمضان کا مہینہ وہ ہے جس میں قرآن کریم نازل ہوا۔'' ان آیات میں یہ مضمون صراحت کے ساتھ موجود ہے۔ غرض قرآن وحدیث میں واضح دلائل ہونے کی وجہ سے اُمتِ مسلمہ کا اتفاق ہے کہ قرآن کریم لوحِ محفوظ سے سماءِ دنیا پر رمضان کی مبارک رات میں ہی نازل ہوا، اس طرح رمضان اور قرآن کریم کا خاص تعلق روزِ روشن کی طرح واضح ہو جاتا ہے۔

رمضان اور رغبت تلاوتِ قرآن

قرآنِ حکیم وہ کتابِ روشن ہے جس کے اندر معانی و معارف کے سمندر پنہاں ہیں۔ اس کا حرف حرف لازوال حکمتوں سے معمور ہے۔ یہ کلام الٰہی ہے اور جس طرح ذات باری تعالیٰ ہر نقص و عیب سے پاک ہے اسی طرح اس کا کلام بھی ہر نقص و عیب سے مبرّا اور شک وشبہ سے بالاتر ہے۔ جس طرح اللہ تعالیٰ تمام عالمین کا رب اور جملہ مخلوق کا روزی رساں ہے اسی طرح اس کا کلام بھی تمام عالم انسانیت کے لئے سرچشمۂ ہدایت ہے۔ یہ کتاب ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے۔ اور اس پر عمل پیرا ہوئے بغیر کوئی مسلمان مسلمان نہیں رہ سکتا۔ یہ اقوامِ عالم کو زندگی گزارنے کا وہ راستہ بتاتی ہے جو بالکل سیدھا ہے۔ دنیا وعقبیٰ کے تمام مرحلے اس کے متعین کئے ہوئے راستے پر گامزن ہونے سے طے ہوتے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَهْدِيْ لِلَّتِيْ هِيَ اَقْوَمُ۔ (بنی اسرآئیل، ۱۷:۹)

''بے شک یہ قرآن اس (منزل) کی رہنمائی کرتا ہے جو سب سے درست ہے۔''

جیسا کہ اوپر بیان ہوا قرآن حکیم کی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے سے ہی ایک مسلمان حقیقی معنیٰ میں مسلمان بنتا ہے۔ بقول علامہ اقبالؒ:

قرآن میں ہو غوطہ زن اے مردِ مسلمان
اللہ کرے تجھ کو عطا جدتِ کردار

قرآن حکیم، نوعِ انسانی کے لئے اللہ تعالیٰ کا آخری پیغام ہے جو پیغمبرِ آخر واعظم سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ پر نازل ہوا۔ اس پیغام کو سمجھنا ہر انسان کی ذمہ داری اور ہر مسلمان کی دینی ضرورت ہے۔ بطور خاص اہلِ اسلام پر یہ فریضہ عائد ہوتا ہے کہ وہ خود بھی اس کے اوامر ونواہی اور احکام کو سمجھیں اور دوسروں کو بھی اس کی تعلیم دیں۔ یہ سب تعلق بالقرآن کے بغیر ممکن نہیں۔

قرآنِ حکیم کے ساتھ تعلق استوار کرنے کا بہترین ذریعہ اس کتابِ الٰہی کی تلاوت ہے۔ اس سے کماحقہ استفادہ کے لئے ضروری ہے کہ اسے غور وفکر کے ساتھ پڑھا جائے اور اس میں تدبر کیا جائے۔ تلاوت قرآنِ حکیم کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ ہر حرف کو صحیح مخرج سے ادا کیا جائے جو قواعدِ تجوید جانے بغیر ممکن نہیں لہٰذا علم التجوید کا سیکھنا ہر مسلمان کا دینی فریضہ بھی ہے۔

قرآن حکیم ہی وہ یکتا اور منفرد کتاب ہے جس کا حرف حرف حفاظ کے سینوں میں محفوظ ہے اور اس کو یاد کرنے اور زبانی پڑھنے والے تمام دنیا میں موجود ہیں۔ یہ قرآن کا منفرد اعجاز ہے جس کا دعویٰ اس کے علاوہ دنیا کی کوئی کتاب نہیں کر سکتی۔ کوئی آسمانی صحیفہ اور کتاب ایسی نہیں جس کا پورا متن اتنی کثرت سے

پڑھا جاتا ہو۔ یہ اعزاز اور فضیلت صرف قرآنِ حکیم کو ہی حاصل ہے کہ اس کا ایک حرف پڑھنے والے کے نامہ اعمال میں دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں، ملائکہ اس کی تلاوت سننے کے لئے زمین پر اترتے ہیں، قرآنِ حکیم کی تلاوت کرنے والے کی تمام خطائیں معاف کر دی جاتی ہیں، اسے عزت و بزرگی کا لباس پہنایا جاتا ہے، اس پر جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور ہر آیت کی تلاوت کے بدلے اس کی نیکیاں بڑھادی جاتی ہے۔

تلاوتِ قرآن خود قرآن کے آئینے میں

یہ اللہ تعالیٰ کا احسانِ عظیم ہے کہ اس نے مسلمانوں کو قرآنِ حکیم جیسی نعمتِ عظمیٰ سے نوازا، اس کی قدر کرنے اور اس پر عمل پیرا ہونے والے کو دنیا و آخرت میں طرح طرح کے انعامات و کرامات کا مستحق ٹھہرایا۔ قرآن حکیم کے الفاظ اور معانی دونوں وحی ہیں۔ قراءت الفاظ کی کی جاتی ہے جبکہ معانی کو متن قرآن کے حوالے سے سمجھا جاتا ہے۔ لفظ قرآن قرء سے اسم مبالغہ ہے جس کا معنی ہے وہ کتاب جسے بہت زیادہ پڑھا جائے یا بار بار پڑھا جائے۔ تلاوتِ قرآن وہ عظیم سعادت ہے جس کی فضیلت خود قرآن میں جابجا بیان ہوئی ہے۔ متعدد آیات میں قرآن پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے:

۱۔ اِقۡرَاۡ بِاسۡمِ رَبِّكَ الَّذِیۡ خَلَقَ o(العلق،۹۶: ۱)

”(اے حبیب!) اپنے رب کے نام سے (آغاز کرتے ہوئے) پڑھیے جس نے (ہر چیز کو) پیدا فرمایاo“

۲۔ اِقۡرَاۡ وَرَبُّكَ الۡاَكۡرَمُ o(العلق،۹۶: ۳)

”پڑھیے اور آپ کا رب بڑا ہی کریم ہےo“

۳۔ وَرَتِّلِ الۡقُرۡاٰنَ تَرۡتِيۡلًا o(المزمل،۷۳: ۴)

”اور قرآن خوب ٹھہر ٹھہر کر پڑھا کریںo“

۴۔ اُتۡلُ مَاۤ اُوۡحِىَ اِلَيۡكَ مِنَ الۡكِتٰبِ۔(العنکبوت،۲۹: ۴۵)

”(اے حبیبِ مکرم!) آپ وہ کتاب پڑھ کر سنایئے جو آپ کی طرف (بذریعہ) وحی بھیجی گئی ہے۔“

تلاوتِ قرآن چہار گانہ فرائضِ نبوت میں سے ایک ہے۔ اس کی ایک بہت بڑی خوبی یہ ہے کہ یہ دل پر اثر انداز ہو کر انسان کی دل کی دنیا میں انقلاب بپا کر دیتی ہے۔ اگر قرآن حکیم کی تلاوت تفکر و تدبر کے ساتھ کی جائے تو انسان اس کے مفاہیم و مطالب تک رسائی حاصل کر لیتا ہے۔

تلاوتِ قرآن کی فضیلت و اہمیت کا بیان چند آیاتِ کریمہ کی روشنی میں درج ذیل پہلوؤں پر مشتمل ہے:

ا۔ تلاوتِ قرآن فریضۂ نبوت ہے

قرآن حکیم حضور رحمت عالم ﷺ پر تمام بنی نوع انسان کی طرف الوہی پیغامِ ہدایت کے طور پر اتارا گیا۔ آپ ﷺ کے فرائضِ نبوت میں یہ شامل کر دیا گیا کہ آپ ﷺ عالم انسانی کو تلاوتِ آیات کے ذریعے اس پیغامِ خداوندی سے آگاہ کریں۔ آپ ﷺ کے فریضۂ تلاوتِ آیات کو دیگر فرائضِ نبوت کے ساتھ درج ذیل آیاتِ کریمہ میں بیان کیا گیا:

ا۔ رَبَّنَا وَابۡعَثۡ فِيۡهِمۡ رَسُوۡلًا مِّنۡهُمۡ يَتۡلُوۡا عَلَيۡهِمۡ اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الۡكِتٰبَ وَالۡحِكۡمَةَ وَيُزَكِّيۡهِمۡ‌ؕ اِنَّكَ اَنۡتَ الۡعَزِيۡزُ الۡحَكِيۡمُ. (البقرۃ،۲: ۱۲۹)

”اے ہمارے رب! ان میں انہی میں سے (وہ آخری اور برگزیدہ) رسول (ﷺ) مبعوث فرما جو ان پر تیری آیتیں تلاوت فرمائے اور انہیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دے (کر دانائے راز بنا دے) اور ان (کے نفوس و قلوب) کو خوب پاک صاف کر دے، بے شک تو ہی غالب حکمت والا ہےo“

۲۔ كَمَاۤ اَرۡسَلۡنَا فِيۡكُمۡ رَسُوۡلًا مِّنۡكُمۡ يَتۡلُوۡا عَلَيۡكُمۡ اٰيٰتِنَا وَيُزَكِّيۡكُمۡ وَيُعَلِّمُكُمُ الۡكِتٰبَ وَالۡحِكۡمَةَ وَيُعَلِّمُكُمۡ مَّا لَمۡ تَكُوۡنُوۡا تَعۡلَمُوۡنَ۔(البقرہ،۲: ۱۵۱)

”اسی طرح ہم نے تمہارے اندر تم ہی میں سے (اپنا) رسول بھیجا جو تم پر ہماری آیتیں تلاوت فرماتا ہے اور تمہیں (نفساً و قلباً) پاک صاف کرتا ہے اور تمہیں کتاب کی تعلیم دیتا ہے اور حکمت و دانائی سکھاتا ہے اور تمہیں وہ (اسرارِ معرفت و حقیقت) سکھاتا ہے جو تم نہ جانتے تھےo“

۳۔ لَقَدۡ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الۡمُؤۡمِنِيۡنَ اِذۡ بَعَثَ فِيۡهِمۡ رَسُوۡلًا مِّنۡ اَنۡفُسِهِمۡ يَتۡلُوۡا عَلَيۡهِمۡ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيۡهِمۡ وَيُعَلِّمُهُمُ الۡكِتٰبَ وَالۡحِكۡمَةَ‌ۚ وَاِنۡ كَانُوۡا مِنۡ قَبۡلُ لَفِىۡ ضَلٰلٍ مُّبِيۡنٍ۔ آل عمران،۳: ۱۶۴

”بے شک اللہ نے مسلمانوں پر بڑا احسان فرمایا کہ ان میں انہی میں سے (عظمت والا) رسول ﷺ بھیجا جو ان پر اس کی آیتیں پڑھتا اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے اگرچہ وہ لوگ اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھےo“

۲۔ حقِ تلاوت ادا کرنے والوں کو اُلوہی عنایات کی نوید

قرآن حکیم ان بندوں کا ذکر بطور خاص فرماتا ہے جو کتاب اللہ کو اس کے تمام تر آداب اور حقوق کے ساتھ پڑھتے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

۱۔ اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَتْلُوْنَهٗ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ۔ (البقرۃ، ۲: ۱۲۱)

”وہ اسے اس طرح پڑھتے ہیں جیسے پڑھنے کا حق ہے۔“

تلاوت قرآن کا حق کماحقہ ادا کرنے والے بندوں پر اللہ تعالیٰ کی بے پناہ نوازشات و عنایات ہوتی ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

۲۔ اِنَّ الَّذِيْنَ يَتْلُوْنَ كِتٰبَ اللّٰهِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً يَّرْجُوْنَ تِجَارَةً لَّنْ تَبُوْرَ۔ لِيُوَفِّيَهُمْ اُجُوْرَهُمْ وَيَزِيْدَهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ط اِنَّهٗ غَفُوْرٌ شَكُوْرٌ۔

(فاطر، ۳۵: ۲۹، ۳۰)

”بے شک جو لوگ اللہ کی کتاب کی تلاوت کرتے ہیں اور نماز قائم رکھتے ہیں اور جو کچھ ہم نے انہیں عطا کیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں، پوشیدہ بھی اور ظاہر بھی، اور ایسی (اُخروی) تجارت کے امیدوار ہیں جو کبھی خسارے میں نہیں ہوگی۔ تاکہ اللہ ان کا اجر انہیں پورا پورا عطا فرمائے اور اپنے فضل سے انہیں مزید نوازے، بے شک اللہ بڑا بخشنے والا، بڑا ہی شکر قبول فرمانے والا ہے۔“

۳۔ تلاوتِ قرآن کا اثر

قرآن حکیم نے تلاوت قرآن سے مستفیض ہونے والے لوگوں پر جو کیفیات طاری ہوتی ہیں ان کو بیان کرتے ہوئے حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو لوگ تلاوت قرآن کو غور سے سنتے، سمجھتے اور پھر اس پر عمل پیرا ہوتے ہیں، انہیں یہ خوشخبری سنائی جائے:

۱۔ فَبَشِّرْ عِبَادِ الَّذِيْنَ يَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ ط اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدٰهُمُ اللّٰهُ وَاُولٰٓئِكَ هُمْ اُولُوا الْاَلْبَابِ۔ (الزمر، ۳۹: ۱۷، ۱۸)

”پس آپ میرے بندوں کو بشارت دے دیجئےo جو لوگ بات کو غور سے سنتے ہیں، پھر اس کے بہتر پہلو کی اتباع کرتے ہیں یہی وہ لوگ ہیں جنہیں اللہ نے ہدایت فرمائی ہے اور یہی لوگ عقل مند ہیںo“

۲۔ وَاِذَا سَمِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَى الرَّسُوْلِ تَرٰٓى اَعْيُنَهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ۔ (المائدۃ، ۵: ۸۳)

”اور (یہی وجہ ہے کہ ان میں سے بعض سچے عیسائی) جب اس (قرآن) کو سنتے ہیں جو رسول (ﷺ) کی طرف اتارا گیا ہے تو آپ ان کی آنکھوں کو اشک ریز دیکھتے ہیں۔“

حضرت وہیب بن ورد علیہ الرحمۃ نے فرمایا: ”ہم نے ان احادیث اور مواعظ میں غور کیا تو قرآن حکیم کی قراءت اس کی سمجھ اور تدبر سے بڑھ کر کسی چیز کو دلوں کو نرم کرنے والا اور غم کو لانے والا نہیں پایا۔ اس طرح قرآن حکیم سے متاثر ہونے کا مطلب یہ ہے کہ بندہ اس کی صفت سے موصوف ہو جائے۔“ (غزالی، إحیاء علوم الدین، ۱: ۲۷۴)

۳۔ وَاِذْ نَتَقْنَا الْجَبَلَ فَوْقَهُمْ كَاَنَّهٗ ظُلَّةٌ وَّظَنُّوْٓا اَنَّهٗ وَاقِعٌۢ بِهِمْ ج خُذُوْا مَآ اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ وَّاذْكُرُوْا مَا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ۔ (الاعراف، ۷: ۱۷۱)

”اور (وہ وقت یاد کیجئے) جب ہم نے ان کے اوپر پہاڑ کو (یوں) بلند کر دیا جیسا کہ وہ (ایک) سائبان ہو اور وہ (یہ) گمان کرنے لگے کہ ان پر گرنے والا ہے۔ (سو ہم نے ان سے فرمایا، ڈرو نہیں بلکہ) تم وہ (کتاب) مضبوطی سے (عملًا) تھامے رکھو جو ہم نے تمہیں عطا کی ہے اور ان (احکام) کو (خوب) یاد رکھو جو اس میں (مذکور) ہیں تاکہ تم (عذاب سے) بچ جاؤo“

۴۔ وَيُبَيِّنُ اٰيٰتِهٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ۔

(البقرۃ، ۲: ۲۲۱)

”اور اپنی آیتیں لوگوں کے لئے کھول کر بیان فرماتا ہے تاکہ وہ نصیحت حاصل کریںo“

احادیثِ نبوی ﷺ میں تلاوتِ قرآن کی فضیلت

تلاوتِ قرآن کی اہمیت و فضیلت اور افادیت کا بیان بہت سی احادیث میں وارد ہوا ہے۔ جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا حضور نبی اکرم

ﷺ صاحب قرآن ہیں۔اور تلاوت قرآن آپ ﷺ کے فرائض نبوت کا اہم حصہ تھا۔ جبریل امین ہر رمضان المبارک میں آپ ﷺ کے ساتھ قرآن کریم کا دور فرماتے تھے۔ آقائے کائنات ﷺ صحابہ کرام کو قرآن پڑھنے کی ترغیب کے ساتھ اس میں غور و فکر کی تلقین فرماتے۔ آپ ﷺ اپنی زبان حق ترجمان سے قرآن کی جو تفسیر بیان فرماتے صحابہ کرام اپنے سینوں میں محفوظ کر لیتے۔ وہ اسی نبوی تفسیر کی روشنی میں قرآن کا مطالعہ کرتے اور آیات ربانی میں غور و فکر کرتے۔ ان کی تلاوت قرآن اور محبت قرآن کا یہ عالم تھا کہ ہزارہا صحابہ کرام حفاظِ قرآن بن گئے۔ اس تاریخی پس منظر سے حدیث نبوی ﷺ ﷺ میں قراءت و تلاوت قرآن کی اہمیت کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ فضائل قرآن پر بہت سی احادیث مبارکہ موجود ہیں، ان میں سے چند احادیث درج ذیل ہیں

ا۔ تلاوتِ قرآن افضل ترین عبادت ہے

انسان کی تخلیق کا مقصد اللہ تعالیٰ کی عبادت ہے، عبادت کی مختلف صورتیں ہیں۔ ہر صورت کا اپنا رنگ اور ذوق ہے۔ ہر ایک کی اپنی فضیلت ہے۔ تلاوتِ قرآن افضل ترین عبادت میں سے ہے۔ حضرت نعمان بن بشیر ص بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

أَفْضَلُ عِبَادَةِ أُمَّتِي قِرَائَةُ الْقُرْآنِ۔ (بیہقی، شعب الایمان، ۲: ۳۵۴، رقم: ۲۰۲۲)

”میری امت کی سب سے افضل عبادت تلاوتِ قرآن ہے۔“

۲۔ ایک حرف کی تلاوت پر دس نیکیاں

تلاوتِ قرآن کے اجر و ثواب کا یہ عالم ہے کہ ایک ایک حرف کی تلاوت پر دس دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

مَنْ قَرَأَ حَرْفًا مِنْ كِتَابِ اللهِ فَلَهُ بِهِ حَسَنَةٌ، وَالْحَسَنَةُ بِعَشْرِ أَمْثَالِهَا، لَا أَقُولُ الٓمٓ حَرْفٌ، وَلَكِنْ أَلِفٌ، حَرْفٌ وَلَامٌ حَرْفٌ وَمِيمٌ حَرْفٌ۔

(ترمذی، الجامع الصحیح، أبواب فضائل القرآن، باب ما جاء فیمن قرأ حرفاً من القرآن، ۳۳: ۵، رقم: ۲۹۱۰)

”جس نے کتاب اللہ کا ایک حرف پڑھا اس کے لئے اس کے عوض ایک نیکی ہے اور ایک نیکی کا ثواب دس گنا ہوتا ہے۔ میں نہیں کہتا الم ایک حرف ہے، بلکہ الف ایک حرف، لام ایک حرف اور میم ایک حرف ہے۔“

۳۔ تلاوتِ قرآن سے سکینہ کا نزول

تلاوتِ قرآن کی برکت سے سکینہ نازل ہوتی ہے۔ حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص سورۂ کہف پڑھ رہا تھا اور اس کے قریب ہی ایک گھوڑا دو رسیوں سے بندھا ہوا تھا، اتنے میں ایک بادل اس پر سایہ فگن ہو گیا، وہ بادل قریب ہوتا گیا اور اس کا گھوڑا بدکنے لگا۔ جب صبح ہوئی وہ حضور نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ ﷺ سے اس کا تذکرہ کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: وہ سکینہ تھی جو تلاوتِ قرآن کے باعث اتری تھی۔“

سکینہ سے مراد اللہ کی عطا کردہ وہ رحمت و طمانیت ہے جو قرآنِ حکیم کی تلاوت کرنے والے کے دل پر نازل ہوتی ہے اور وہ سکون محسوس کرتا ہے۔

(بخاری، الصحیح، کتاب فضائل القرآن، باب فضل سورۃ الکہف، ۴: ۱۹۱۴، رقم: ۴۷۲۴)

۴۔ تلاوتِ قرآن سے فرشتوں کا نزول

فرشتے تلاوتِ قرآن سننے کے لئے زمین پر اترتے ہیں۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ اسید بن حضیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا کہ وہ رات کے وقت سورۃ البقرۃ پڑھ رہے تھے اور نزدیک ہی ان کا گھوڑا بندھا ہوا تھا۔ اسی اثناء میں گھوڑا بدکنے لگا۔ وہ خاموش ہو گئے تو وہ بھی رک گیا، وہ دوبارہ پڑھنے لگے تو گھوڑا پھر بدکنے لگا۔ وہ پھر خاموش ہو گئے تو گھوڑا بھی ٹھہر گیا۔ جب تیسری بار پڑھنے پر بھی گھوڑا بدکا تو وہ رک گئے کیونکہ ان کا صاحبزادہ یحییٰ گھوڑے کے قریب (سویا ہوا) تھا اور انہیں ڈر ہوا کہ گھوڑا اپنے سموں سے اسے کچل نہ دے۔ جب

وہ لڑکے کو ہٹا چکے تو آسمان کی جانب دیکھا لیکن انہیں کچھ نظر نہ آیا۔ صبح کے وقت حضور نبی اکرم ﷺ سے یہ واقعہ عرض کیا گیا۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے ابن حضیر! پڑھو۔ اے ابن حضیر! پڑھو۔ وہ عرض گزار ہوئے: یارسول اللہ! مجھے خدشہ لاحق ہوا کہ کہیں وہ یحییٰ کو نہ کچل دے جو قریب ہی سویا ہوا تھا۔ لہٰذا میں نے سر اٹھا کر دیکھا اور اس کے پاس جا کر اسے ہٹایا۔ پھر میں نے آسمان کی جانب نگاہ اٹھائی تو ایک چھتری جیسی چیز دیکھی جس میں چراغ کی مانند کوئی چیز روشن تھی۔ جب میں باہر نکلا تو کوئی چیز نظر نہیں آرہی تھی۔ فرمایا تم جانتے ہو وہ کیا چیز تھی؟ انہوں نے نفی میں جواب دیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: وہ فرشتے تھے۔ اگر تم تلاوت جاری رکھتے تو وہ بھی صبح تک اس طرح رہتے اور لوگ بھی واضح طور پر ان کا مشاہدہ کرتے۔“

(بخاري، الصحيح، كتاب فضائل القرآن، باب نزول السَّكِينَةِ وَالملائكة عِندَ قِرَاءَةِ القرآن، ۴: ۱۹۱۶، رقم: ۴۷۳۰)

۵۔ قرآن پڑھنے والے کا جنت میں اِعزاز و اکرام

روزِ قیامت قرآنِ حکیم کی کثرت سے تلاوت کرنے اور اس کے معانی سمجھنے والوں کو عزت و شرف کے تاج اور لباس سے آراستہ کیا جائے گا اور حکم دیا جائے گا کہ جنت کے بلند درجوں میں چڑھتے چلے جائیں۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

يُقَالُ يَعْنِي لِصَاحِبِ الْقُرْآنِ: اِقْرَأْ وَارْتَقِ وَرَتِّلْ كَمَا كُنْتَ تُرَتِّلُ فِي الدُّنْيَا، فَإِنَّ مَنْزِلَتَكَ عِنْدَ آخِرِ آيَةٍ تَقْرَأُ بِهَا۔

(ترمذي، الجامع الصحيح، أبواب فضائل القرآن، باب ما جاء فيمن قرأ حرفًا من القرآن ماله من الأجر، ۵: ۳۶، رقم: ۲۹۱۴)

”قرآن پڑھنے والے سے (جنت میں) کہا جائے گا: قرآن پڑھتا جا اور جنت میں منزل بہ منزل اوپر چڑھتا جا اور یوں ٹھہر ٹھہر کر پڑھ جیسے دنیا میں پڑھتا تھا، تیرا ٹھکانہ جنت میں وہاں پر ہو گا جہاں تو آخری آیت کی تلاوت ختم کرے گا۔“

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

”روزِ قیامت صاحبِ قرآن (قرآن پڑھنے اور اس پر عمل کرنے والا) آئے گا تو قرآن کہے گا: اے رب! اسے زیور پہنا، تو حاملِ قرآن کو عزت کا تاج پہنایا جائے گا۔ قرآن پھر کہے گا: اے میرے رب! اسے اور بھی پہنا، تو اسے عزت و بزرگی کا لباس پہنایا جائے گا۔ پھر قرآن کہے گا: اے میرے مولا! اب تو اس سے راضی ہو جا (اس کی تمام خطائیں معاف فرمادے) تو اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہو جائے گا اور اس سے کہا جائے گا: قرآن پڑھتا جا اور (جنت کے زینے) چڑھتا جا، اور ہر آیت کے بدلے میں اس کی نیکی بڑھتی جائے گی۔“

(ترمذي، الجامع الصحيح، أبواب فضائل القرآن عن رسول الله ﷺ، باب ما جاء فيمن قرأ حرفًا من القرآن ماله من الأجر، ۵: ۳۶، رقم: ۲۹۱۵)

حضرت سہل بن معاذؓ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

”جس نے قرآن پاک پڑھا اور اس پر عمل بھی کیا اس کے ماں باپ کو قیامت کے دن ایک ایسا تاج پہنایا جائے گا جس کی روشنی اس دنیا میں لوگوں کے گھروں میں چمکنے والے سورج کی روشنی سے زیادہ تابناک اور حسین ہو گی۔ تو اس کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے جس نے خود اس پر عمل کیا؟ (یعنی اس کے ماں باپ کو تو تاج پہنایا جائے گا اور اس کا اپنا مقام کیا ہو گا وہ اللہ تعالیٰ ہی خوب جانتا ہے)۔“

(أبو داود، السنن، كتاب الصلاة، باب: في ثواب قراءة القرآن، ۱: ۵۴۰، رقم: ۱۴۵۳)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

”جنت کے درجات قرآن کی آیات کی تعداد کے برابر ہیں۔ پس جنت میں داخل ہونے والوں میں سے کوئی ایک بھی درجہ میں قرآن پڑھنے والے سے اوپر والے درجہ میں نہیں ہو گا۔“

(ابن أبي شيبة، المصنف، ۶: ۱۲۰، رقم: ۲۹۹۵۲)

اس حدیثِ مبارکہ سے معلوم ہوا کہ محبِ قرآن کو جنت میں انبیاء کے درجہ میں ان کی سنگت نصیب ہو گی۔

فقہی مسائل

کیا خواتین بالوں کا عطیہ دے سکتی ہیں؟

عقدِ اجارہ سے کیا مراد؟ قسطوں پر اشیا خریدی جا سکتی ہیں؟

خصوصی رپورٹ

سوال: کیا عورتیں بالوں کی مخصوص لمبائی کا عطیہ دے سکتی ہیں؟ کیا کینسر کے مریض عورتیں اصلی بالوں سے بنی وگز استعمال کر سکتی ہیں؟ وہ خواتین جو بیماری کی وجہ سے اپنے بال کھو چکی ہیں کیا بالوں کا عطیہ لے سکتی ہیں؟ کیا عورتیں عطیہ کی نیت سے بال کٹوا سکتی ہیں؟

جواب: جن خواتین کے بال بیماری کی وجہ گر جاتے ہیں، ان کے لیے اصلی بالوں سے بنی وگز استعمال کرنا جائز ہے۔ اسی طرح وہ خواتین جن کے بالوں کی لمبائی زیادہ ہو وہ مشروط طور پر ایک مخصوص لمبائی کا عطیہ دے سکتی ہیں۔ بالوں کا عطیہ کرنے کی پہلی شرط یہ ہے کہ بال اتنے چھوٹے نہ کیے جائیں کہ مردوں سے مشابہت پیدا ہو جائے، اور دوسری شرط ہے کہ بال مخصوص ضرورت مند عورت کو دیے جائیں، بیچنا منع ہے۔ یہ عطیہ بامرِ مجبوری جائز ہے۔

یہاں اس بات کی وضاحت بھی ضروری ہے کہ حدیث مبارکہ میں وگ لگانے والوں پر لعنت کی گئی۔ یہ ان خواتین و حضرات کے بارے میں ہے جو بال ہونے کے باوجود بغیر کسی وجہ کے وگز لگانے کو عادت بنا لیتے ہیں۔ اس کا سبب غیر معمولی فیشن کی حوصلہ شکنی ہے، تاکہ فضول خرچیوں کا راستہ بند ہو اور معاشرے اعتدال پسندی کی طرف بڑھے۔

سوال: کیا میک اپ پر وضو ہو جاتا ہے؟

جواب: اعضائے وضو پر اگر کسی چیز کی تہہ جمی ہو اور پانی جلد تک نہ پہنچ پائے تو وضو نہیں ہوگا۔ قرآنِ مجید میں اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ فَاغْسِلُوا وُجُوهَكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ إِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوا بِرُءُوسِكُمْ وَأَرْجُلَكُمْ إِلَى الْكَعْبَيْنِ وَإِن كُنتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوا وَإِن كُنتُم مَّرْضَىٰ أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ أَوْ جَاءَ أَحَدٌ مِّنكُم مِّنَ الْغَائِطِ أَوْ لَامَسْتُمُ النِّسَاءَ فَلَمْ تَجِدُوا مَاءً فَتَيَمَّمُوا صَعِيدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوا بِوُجُوهِكُمْ وَأَيْدِيكُم مِّنْهُ مَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُم مِّنْ حَرَجٍ وَلَٰكِن يُرِيدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ.

اے ایمان والو! جب (تمہارا) نماز کیلئے کھڑے (ہونے کا ارادہ) ہو تو (وضو کے لئے) اپنے چہروں کو اور اپنے ہاتھوں کو کہنیوں سمیت دھو لو اور اپنے سروں کا مسح کرو اور اپنے پاؤں (بھی) ٹخنوں سمیت (دھو لو)، اور اگر تم حالتِ جنابت میں ہو تو (نہا کر) خوب پاک ہو جاؤ، اور اگر تم بیمار ہو یا سفر میں ہو یا تم سے کوئی رفعِ حاجت سے (فارغ ہو کر) آیا ہو یا تم نے عورتوں سے قربت (مجامعت) کی ہو پھر تم پانی نہ پاؤ تو (اندریں صورت) پاک مٹی سے تیمم کر لیا کرو۔ پس (تیمم یہ ہے کہ) اس (پاک مٹی) سے اپنے چہروں اور اپنے (پورے) ہاتھوں کا مسح کر لو۔ اللہ نہیں چاہتا کہ وہ تمہارے اوپر کسی قسم کی سختی کرے لیکن وہ (یہ) چاہتا ہے کہ تمہیں پاک کر دے اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دے تاکہ تم شکر گزار بن جاؤ۔ (المائدہ، 5: 6)

اگر میک اپ میں صرف رنگ ہوں اور وہ اعضائے وضو تک پانی کے پہنچنے میں رکاوٹ نہ ہوں تو میک اپ پر وضو ہو جائے

گا۔ لیکن اگر میک اپ کی تہہ جمی ہو جو پانی کو اعضائے وضو کی جلد تک نہ پہنچنے دے تو میک اپ پر وضو نہیں ہو گا۔

سوال: اگر ایک شخص ایسی کمپنی چلاتا ہو جس میں بیروزگاروں کو روزگار دلوانے میں مدد کی جاتی ہے اور کسی کو نوکری دلواتے ہوئے یوں طے کیا جاتا ہے کہ جب نوکری مل جائے تو ایک سال تک اپنی تنخواہ کا 30% کمپنی کو دینا ہو گا۔ کیا اس طرح کمیشن طے کرنا اور لینا شرعاً جائز ہے؟

جواب: کسی شخص سے کوئی چیز مقررہ کرائے پر لینا یا مقررہ اجرت پر کسی سے مزدوری کروانا اجارہ کہلاتا ہے۔ فقہائے کرام کے نزدیک اجارہ سے مراد ہے:

اَلْإِجَارَۃُ عُقْدٌ عَلَی الْمَنَافِعِ بِعِوَضٍ.

عقدِ اجارہ ایک معاہدہ ہے جو کسی معاوضہ کے بدلے کسی منفعت پر کیا جائے۔

(مرغیناني، الهدایه، 3: 213، المکتبة الاسلامیة)

اور امام جرجانی کے نزدیک اجارہ کا مطلب ہے:

الاجارۃ: عبارۃ عن العقد علی المنافع بعوض هو مال، وتملیك المنافع بعوض اجارۃ وبغیر عوض اعارۃ.

اجارہ اس معاہدے سے عبارت ہے کہ جو کسی معاوضہ کے بدلے منفعت پر کیا جائے، یہ معاوضہ (عام طور پر) مال ہوتا ہے اور جب معاوضہ کے بدلے منفعت کا مالک ہو تو اجارہ (ہوتا ہے) اور بغیر معاوضہ کے ہو تو عاریت ہے۔

جرجانی، التعریفات، 1: 23، دار الکتاب العربی، بیروت

یعنی اجارہ سے مراد ایسا معاہدہ ہے جو مقررہ مال کے بدلے اپنی خدمات پیش کرنے پر عمل میں آتا ہے۔ مزدوری، ٹھیکہ، کرایہ اور ملازمت وغیرہ سب ہی اجارہ کی مختلف اقسام ہیں۔ آجر یا مستاجر اس شخص یا ادارے کو کہتے ہیں جو کسی سے اجرت پر کام لے رہا ہو اور اجیر وہ شخص ہے جو اجرت کے بدلے اپنی خدمات پیش کرتا ہے۔

اس سوال میں جو صورت پوچھی گئی ہے یہ بھی اجارہ ہی کی ایک شکل ہے جس میں معاوضہ یا اجرت کے بدلے اپنی خدمات اور معاونت پیش کرتے ہیں۔ اس لیے معاونت کے بدلے کمیشن لینا جائز ہے۔ لیکن ملازمت دلوانے کے لیے کسی کی حق تلفی کرنا جائز نہیں، اس لیے میرٹ کا خیال رکھا جانا چاہیے۔ اگر کمیشن لینے کی لالچ میں میرٹ کی خلاف ورزی کی گئی اور غیر شرعی و غیر قانونی ذرائع کی مدد لی گئی تو پھر کمیشن لینا بھی جائز نہیں ہو گا۔ میرٹ کے مطابق، شرعی و قانونی تقاضوں کو مدِ نظر رکھتے ہوئے مدد کرنا اور اس کے بدلے کمیشن لینا جائز ہے۔

سوال: آج کل کچھ دکاندار اور کمپنیاں الیکٹرونکس اور دیگر اشیاء قسطوں میں فروخت کرنے کے لئے اضافی رقم لیتے ہیں۔ مثال کے طور پر ایک فریج کی قیمت 20000 روپے ہے۔ تو وہ اس پر 35 فیصد کے حساب اضافی رقم لیتے ہیں۔ 10000 ایڈوانس اور باقی کی 2700 روپے ماہانہ 10 قسطوں میں لیتے ہیں۔ اس طرح کل قیمت 27000 بنی ہے۔ میرا سوال یہ ہے کہ کیا اس طرح سے کوئی چیز خریدنا جائز ہے؟ یا یہ اضافی رقم سود کے زمرے میں آتی ہے؟ اس طرح کا کاروبار کرنا، یا اس طرح کی خریداری میں کسی کی معاونت کرنا جائز ہے؟

جواب: قسطوں پر خرید و فرخت جائز ہے۔ یہ تجارت کی ایک جائز قسم ہے جس کے ناجائز ہونے کی کوئی شرعی وجہ نہیں۔ اصل میں ایک ہی سودا ہے جو نقد کی صورت میں کم قیمت پر اور قسط کی صورت میں قدرے زائد قیمت پر فروخت کنندہ اور خریدار کے ایجاب و قبول سے طے پاتا ہے۔ دونوں صورتیں چونکہ الگ الگ ہیں اور ایک میں دوسری صورت بطور شرط یا جزء شامل نہیں، لہٰذا یہ اُسی طرح جائز ہے جیسے ایک ہی منڈی کی مختلف دکانوں پر کسی شے کی قیمت میں فرق ہو سکتا ہے۔ یونہی منڈی، بازار اور پرچون کی دکان پر قیمت میں فرق ہوتا ہے، لیکن کوئی ایک سودا دوسرے سے منسلک نہیں ہوتا ہے بلکہ ہر سودا مستقل اور الگ الگ ہے تو گویا یہ جائز ہے۔

گلدستہ

کھجور توانائی اور شکر کی کمی کو پورا کرنے کا بہترین ذریعہ

افطار میں سموسے اور پکوڑے افطاری کے مزہ کو دوبالا کر دیتے ہیں

مرتبہ: حافظہ سحر عنبرین

ماہ رمضان المبارک میں جب تک دسترخوان پر سموسے، پکوڑے، رولز اور چٹ پٹے روایتی کھانے نا ہوں افطار کا مزا نہیں آتا۔

ویسے تو سموسے تکون شکل میں ہی عام ہیں اور اسی صورت میں قبول کیے جاتے ہیں لیکن کیا آپ نے اچاری پوٹلی سموسہ کا نام سنا ہے۔

اگر نہیں سنا تو یہاں ہم اچاری پوٹلی سموسہ کی ایک آسان سی ترکیب بتارہے ہیں جو گھر میں تیار کرکے داد وصول کی جاسکتی ہے۔

اجزا

میدہ:	2 کپ
نمک:	آدھا چائے کا چمچ
گھی:	2 کھانے کے چمچ
پانی:	حسبِ ضرورت
زیرہ:	ایک کھانے کا چمچ
سوکھا دھنیا:	ایک کھانے کا چمچ
کٹی لال مرچ:	ایک کھانے کا چمچ
خشک میتھی:	آدھا چائے کا چمچ
سرخ مرچ پاؤڈر:	ایک کھانے کا چمچ
ہلدی پاؤڈر:	آدھا کھانے کا چمچ
نمک:	ایک چائے کا چمچ
گرم مصالحہ پاؤڈر:	ایک کھانے کا چمچ
کلونجی:	ایک چائے کا چمچ
ابلے ہوئے آلو:	5 عدد
دھنیا:	1کپ (کٹا ہوا)
سبز مرچیں:	2 کھانے کے چمچ (کٹی ہوئی)
سبز پیاز:	آدھا کپ
اچاری مصالحہ:	3 کھانے کے چمچ
تیاری کی ہوئی ڈو:	
تلنے کے لیے،	کھانے کا تیل

ترکیب

سموسوں کی ڈو بنانے کے لیے ایک باؤل میں میدہ، نمک اور گھی ڈال کر اچھی طرح مکس کر لیں۔

پھر اس میں پانی ڈال کر نرم ڈو گوندھ لیں اور 15 سے 22 منٹ کے لیے ڈھک کر رکھ دیں۔

اچاری مصالحہ بنانے کے لیے سونف، زیرہ، سوکھا دھنیا، کٹی لال مرچیں، لال مرچیں پاؤڈر، ہلدی پاؤڈر، نمک اور گرم مصالحہ پاؤڈر ڈال کر اچھی طرح گرائنڈ کرلیں۔اب ایک باؤل میں تیار کیا ہوا مصالحہ، سوکھی

میتھی اور کلونجی ڈال کر اچھی طرح مکس کرلیں، اچاری مصالحہ تیار ہے۔آلو کا آمیزہ بنانے کے لیے ایک باؤل میں ابلے ہوئے ٹماٹر، دھنیا، سبز مرچیں، سبز پیاز اور اچاری مصالحہ ڈال کر اچھی طرح مکس کر لیں۔

اس کے بعد ایک میٹ پر تیار کی ہوئی ڈو رکھیں اور اسے دو حصوں میں کاٹ لیں، پھر ایک حصہ لے کر پیڑا بنائیں اور بیلنے سے بیلیں۔

اب کٹر یا کسی برتن کی مدد سے ڈو کو گول شکل میں کاٹ لیں اور ان میں آلو کا مکسچر رکھیں۔

پھر ہاتھوں کی مدد سے ڈو کے کناروں کو فولڈ کریں اور پوٹلی بنادیں، اور ڈو کو لمبی اسٹرپس کی شکل میں کاٹ کر سموسے پر پر رِبن کی طرح لگادیں۔

اب کڑاہی میں تیل گرم کرنے کے بعد سموسوں کو ہلکی آنچ پر لائٹ گولڈن براؤن ہونے تک فرائی کریں۔مزیدار اچاری پوٹلی سموسہ کو مختلف چٹنیوں کے ساتھ پیش کریں۔

کیا آپ جانتے ہیں کہ کھجور سے روزہ افطار کرنے میں کیا حکمت ہے؟

کھجور سے روزہ افطار کرنے میں یہ حکمت پوشیدہ ہے کہ کھجور غذائیت سے بھرپور پھل ہے۔اس سے جسمانی توانائی حاصل ہوتی ہے۔

> حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (مغرب) کی نماز سے پہلے چند تر کھجوروں سے روزہ افطار فرماتے تھے۔اگر تر کھجوریں بروقت میسر نہ ہوتیں تو خشک کھجوروں (چھوہاروں) سے افطار فرماتے تھے اور اگر خشک کھجوریں بھی نہ ہوتیں تو چند گھونٹ پانی پی لیتے تھے۔

روزے سے جسمانی توانائی میں کمی ہو جاتی ہے اور اس وقت ایسی غذا کی ضرورت ہوتی ہے جس کے کھانے سے جسم کی توانائی بحال ہو جائے۔اس صورت میں کھجور توانائی اور شکر کی کمی کو پورا کرنے کا بہترین ذریعہ ہے۔کھجور کا تذکرہ اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں متعدد مقامات پر مختلف حوالوں سے فرمایا ہے۔اسی طرح احادیث میں بھی کھجور کی افادیت، غذائی اہمیت اور طبّی فوائد بیان کئے گئے ہیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (مغرب) کی نماز سے پہلے چند تر کھجوروں سے روزہ افطار فرماتے تھے۔اگر تر کھجوریں بروقت میسر نہ ہوتیں تو خشک کھجوروں (چھوہاروں) سے افطار فرماتے تھے اور اگر خشک کھجوریں بھی نہ ہوتیں تو چند گھونٹ پانی پی لیتے تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس عمل کو اگر سائنسی نقطہ نگاہ سے دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ جب ہم کھجور سے افطاری کرتے ہیں تو اس کی مٹھاس منہ کی لعاب دار جھلی میں فوری جذب ہو کر گلوکوز میں تبدیل ہو جاتی ہے جس سے جسم میں حرارت اور توانائی بحال ہو جاتی ہے۔اس کے برعکس اگر تلی ہوئی یا مرغن چٹخارے دار چیزیں استعمال کی جائیں تو اس سے معدے میں حدت اور کثرتِ تیزابیت کے باعث سینے کی جلن اور بار بار پیاس لگتی ہے۔ جس سے Digestive Enzymes تحلیل ہو جاتے ہیں جو معدے کی دیواروں کو کمزور کرتے ہیں اور تبخیر کا سبب بنتے ہیں جبکہ کھجور سے افطاری کرنے کی صورت میں نہ تو معدے پر بوجھ پڑتا ہے اور نہ ہی معدے میں Hydrochloric acid کی زیادتی ہو کر تبخیر کی صورت پیدا ہوتی ہے۔

Multi-Dimensional Role of Women in Society

Women are active agents of economic and social change

Hadia Saqib Hashmi
Research Associate, ICRIE

The role of women in the welfare of society has been a topic of discussion and debate for many years. Women are an essential part of society and their contributions are vital to the development and growth of the community. Women have been playing a critical role in shaping society and are contributing in various fields such home education, healthcare, politics, and social services.

Historically, women have been viewed as caregivers and nurturers, responsible for raising children and taking care of the home. However, as society has evolved, so has the role of women. Women are now more educated and have more opportunities to participate in the workforce and contribute to society. This shift in societal expectations has allowed women to become valuable members of the workforce and significantly impacted society's welfare.

Women in Education fields

Education is one of the essential tools for the welfare of society. Women have made significant contributions to education, and their role in this field cannot be overstated. Educated women have the power to shape the minds of future generations and make a significant impact on society. Women are playing a crucial role in promoting education and creating awareness about its importance. They are also taking an active role in providing education to girls and women who may not have had access to it in the past.

Women in health care

The healthcare industry is another area where women have played a crucial role in the welfare of society. Women have traditionally been the primary caregivers for their families and have been responsible for the health and wellbeing of their loved ones. In recent years, women have become increasingly involved in the healthcare industry, from doctors and nurses to researchers and policymakers. Their contributions have been essential in advancing medical research and developing new treatments for a range of illnesses and diseases.

Political participation of women

Women have also played a vital role in politics and governance. Women have made significant progress in breaking down barriers and challenging gender stereotypes in politics. Women have become heads of state, members of parliament, and leaders in their communities. Their leadership and decision-making skills have been invaluable in promoting social welfare and creating policies that benefit society as a whole.

Women in social work as change makers

Women are also actively involved in social services and humanitarian work. Women have been at the forefront of efforts to promote social welfare and provide assistance to those in need. They are involved in various charitable organizations, such as non-governmental organizations (NGOs) and community-based organizations (CBOs). Their contributions have been essential in providing support to vulnerable individuals and groups and promoting social justice.

Women in Islam

The Islamic religion and culture have a deep history that influences the social norms and values of Muslim communities around the world. Islamic teachings strongly emphasize equality and justice for all, including women. However, this ideal has not always been upheld in practice, and women in Islamic societies have often faced discrimination and oppression.

One of the core values of Islam is the belief in the equality of all human beings. In the Quran, it is written that "whoever does good deeds,

whether male or female, and is a believer, We shall certainly make them live a good life" (16:97). This verse emphasizes that men and women are equal in the eyes of God and should be treated as such. However, the interpretation and application of this ideal have been a point of contention within Islamic societies. Historically, women in Islamic societies have faced various forms of discrimination and oppression, such as limitations on their education and employment opportunities, restrictions on their mobility and limited legal rights.

Despite these challenges, women in Islamic societies have played important roles in their communities and have made significant contributions to the development and advancement of their societies. For example, in early Islamic history, women were involved in many aspects of society, such as business, medicine, and politics. Some women were even scholars and teachers of Islamic knowledge.

In contemporary Islamic societies, women continue to play important roles in various aspects of society, such as education, healthcare, and politics. In some Muslim-majority countries, such as Indonesia and Bangladesh, women have held high-ranking political positions, including as heads of state. However, the experiences of women in Islamic societies are diverse and complex, and there are many challenges that they continue to face.

One of the key challenges that women in Islamic societies face is limited access to education and employment opportunities. Although the Quran and Islamic tradition emphasize the importance of education, women in many Islamic societies still have limited access to formal education. In some cases, cultural norms and practices may discourage families from sending their daughters to school or may limit the subjects that they are allowed to study. This lack of access to education can limit women's ability to pursue careers and achieve economic independence.

Dimensions of women's personalities in society

Women play a multi-dimensional role in society, and their contributions are essential for social and economic progress. Here are some of the many dimensions of women's personalities in society:

1. Caregivers and nurturers: Women have historically been the primary caregivers for children, elderly relatives, and other family members. This role is critical for maintaining social cohesion and ensuring the well-being of family members. Women's nurturing and empathetic nature also make them well-suited for careers in healthcare and social services.
2. Educators and knowledge-bearers: Women have long been associated with teaching and passing on knowledge. In many societies, women were responsible for educating the next generation of children and passing on cultural and social traditions. Today, women are involved in all levels of education and are increasingly pursuing careers in science, technology, engineering, and math (STEM) fields.
3. Innovators and entrepreneurs: Women have shown their ability to innovate and create businesses that contribute to the economy. Despite facing significant barriers, women are starting businesses at an unprecedented rate and are driving economic growth in many countries.
4. Leaders and change-makers: Women have been leaders and change-makers throughout history, even if their contributions have been underrepresented or ignored. Women in positions of power can bring unique perspectives and innovative solutions to the challenges facing society.
5. Artists and creatives: Women have been prominent in the arts and creative fields, producing works that reflect their experiences and perspectives. Women's creativity and artistic expression have enriched cultures throughout history.
6. Advocates and activists: Women have been at the forefront of social and political movements, advocating for equal rights and justice. Women's activism has been instrumental in bringing about social change and making societies more equitable and just.

In conclusion, the multi-dimensional personality of women in society reflects the diversity of their contributions and the roles they play in shaping social and economic progress. Recognizing and valuing women's contributions in all of their dimensions is critical for creating a more just and equitable society.

منہاج القرآن انٹرنیشنل کے زیر اہتمام مرکزی دعائیہ تقریب بسلسلہ قائد ڈے 2023ء

رحیم یار خان: ڈاکٹر حسن محی الدین قادری (چیئرمین سپریم کونسل MQI) کی "محبت و اتباعِ رسول ﷺ کانفرنس" میں خصوصی شرکت و خطاب

لودھراں: ڈاکٹر حسن محی الدین قادری (چیئرمین سپریم کونسل MQI) کی تحریک منہاج القرآن و جملہ فورمز کے زیر اہتمام منعقدہ اِستحکامِ ایمان کنونشن میں شرکت و خطاب

Monthly
DUKHTARAN-E-ISLAM
MAR-2023
LAHORE
Regd CPL No.45

MINHAJ UNIVERSITY LAHORE
DISCIPLINE - INNOVATION - EXCELLENCE - CHARITY
MUL

ADMISSIONS Spring 2023

ADP | BS | BS 5th Semester | MPhil | PhD

WORLD RANKED **GREEN CAMPUS**
IN THE **HEART** OF **LAHORE**

Morning and Weekend Classes